

١٣٢٠ هـ

# الطرس المعدل

في حد الماء المستعمل

شيخ الإسلام إمام أهل السنة والجماعة العلامة المجدد

الإمام أحمد رضا خان الحنفي القادري البريلوي

١٢٧٢ - ١٣٤٠ هـ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
الْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْمُكَبِّرِ  
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
أَنْتَ أَنْتَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْمُكَبِّرِ

RIDAWI  
رضا  
PRESS

## ضروری نوٹ



فتاویٰ رضویہ شریف کا دوسرا ایڈیشن علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد رشید علامہ حافظ عبد التاریخ سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ کی سرپرستی میں رضا فاؤنڈیشن لاہور نے 30 صفحیں جلدیوں میں شائع کیا تھا جس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کے 206 رسائل بھی شامل کر دئے گئے تھے۔ اس مطبوعہ فتاویٰ کا مصورہ یعنی ڈیجیٹل Digital نسخہ (PDF) بھی بعض حضرات کی کاموں سے اثرنیٹ پر فراہم کر دیا گیا ہے۔ اسی PDF سے یہ رسالہ ماخوذ ہے اور رضوی پرنسپل نے محض اخراج کا کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام علماء کرام اور ان کے معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے جن کی انتہک کوششوں کا نتیجہ تھا کہ فتاویٰ رضویہ کا جدید ایڈیشن منظر عام پر آیا۔ دعاوں کے حقدار وہ حضرات بھی ہیں جن کے مسامی جیلے کے سبب فتاویٰ مبارکہ کے (PDF) تک ہر خاص و عام کی رسائی ہوئی جزاً حم الہ احسن الجزاء

## فتوى مسمى به

### الطرس المعدل في حد الماء المستعمل<sup>١٣</sup>

استعمال شهادت پانی کی تعریف میں منصف صحیفہ (رسالہ) <sup>(ات)</sup>

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ نَحْمَدُهُ وَنَصْلِي عَلَى رَسُولِهِ أَكَرَبَ يَسِيرَ  
مسنلہ ۲۸ ۵ ربیع الآخر شریعت ۱۴۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آب مستعمل کی تعریف ہے بنیا تو جروا۔

#### الجواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حمد لله الذي جعل الطهور غاسلاً أثاماً فطهرارواهنا باسالة الماء على أجسامنا فَإِنَّهُ مِنْ مَنْهُ وَأَفْضَلُ  
الصلة وَانزَلَ السَّلَامَ عَلَى مَنْ طَهَرَ نَاهِيَةً إِلَّا نَخَاصُ وَآدَمَ دَمِنَ لَعْنَهُ عَلَيْنَا حَتَّى نَعَانَا مِنْ  
الادناس وَعَلَى أَهْلِهِ وَصَحْبِهِ وَاهْلِ الْسَّنَةِ أَمِينٌ۔

اقول وبالله التوفيق ماءً مستعمل وہ قلیل پانی ہے جس نے یا تو تطهیر نجاست عجیب سے کسی واجب کو ساقط کیا یعنی انسان کے سی ایسے پارہ جنم کو مس کیا جس کی تطهیر و ضروری غسل سے بالفعل لازم تھی یا ظاہر بدن پر اس کا استعمال خود کا رثواب تھا اور استعمال کرنے والے نے اپنے بدن پر اُسی امر رثواب کی نیت سے استعمال کیا اور یوں استقطاع واجب تطهیر یا اقا موت قربت کر کے عضر سے جُدہ ہوا اگرچہ ہنوز کسی جگہ مستقر نہ ہوا بلکہ روانی میں ہے اور بعض نے زوال حرکت و حوصل استقرار کی بھی شرط لگائی۔ یہ بعوت نعمانی دونوں مذہب پر حد جامع مانع ہے کہ ان سلطوں کے سوا کہیں نہ طے گی۔ اب فائدہ قیود سنئے:

(۱) آب کثیر یعنی دہ در دہ یا جاری پانی میں حدث و ضروری جنب غسل کرے یا کوئی نجاست ہی دھونی جائے تو پانی نہ خسی ہو گا زمانہ اقلیل کی قید ضرور ہے۔

(۲) حدث نے تمام یا بعض اعضاے و صندوقے اگرچہ نیت و ضروری غسل نہ مصلحت نہیں اور جُدہ کرنے کے لیے یا اس نے اصلاح کرنے کے لیے اس کا قصد تھا بلکہ کسی دوسرے نے اس پر پانی ڈال دیا ہو اس کے کسی ایسے عضو پر لگرا جس کا وضوی غسل میں پاک کرنا ہنوز اس پر فرض تھا مثلاً حدث کے ہاتھ یا جنوب کی پٹی پر تو ان سب صورتوں میں شکل اول کے سبب پانی مستعمل ہو گیا کہ اس نے محل نجاست عجیب سے مس کر کے اُتنے تکڑے کی تطهیر واجب کو ذمہ

مکافت سے ساقط کرنا اگرچہ کچھ صورتوں میں ہنوز حکم تطهیر و بگرا عضوا میں باقی ہے اور پہلی میں تو یعنی جبکہ تمام اعضا دھوئے فرض تطهیر پورا ہی ذمہ سے آٹرگا۔

**شنبیہ پانی کوئی یا بڑے مشکل کے سوا اکیس نہیں وہ برتن چھکانے کے قابل نہیں چھوٹا برتن مثلاً کٹورا ایک ہی پاس تھا وہ اسی برتن میں گر کر ڈوب گیا کوئی بچہ یا باوضوادمی ایسا نہیں جس سے کہہ رکھلاتے اب بھروسی حدث خود ہی ہاتھ ڈال کر نکالے گیا چھوٹا برتن سرے سے ہے یہ نہیں تو ناچار چلو لئے کوئی ہاتھ دھوئے کا ان دونوں صورتوں میں بھی اگرچہ سکل اول اعنى استغاثہ واجب تطهیر پانی کجئی مگر درودہ معاف رکھی گئی ہیں بے ضرورت ایسا کرے گا تو پانی کل یا بعض بالاتفاق مستعمل ہو جائے گا اگرچہ ایک قول پر قابل وضو ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ حدث یعنی بے وضو یا حاجت غسل والے کا وہ عضو جس پر سے ہنوز حکم تطهیر سقط نہ ہو اگرچہ کتنا ہی حکم ہو مثلاً پورا یا ناخن اگر قلیل پانی سے مس کرے تو چارے علاوہ کو اختلاف ہے بعض کے زدیک وہ ساری پانی مستعمل ہو جاتا ہے اور قابل وضو و غسل نہیں رہتا اور بعض کے زدیک حرف اتنا مستعمل ہوا جس قدر اس پارہ بدن سے ملا باقی اس پاس کا پانی جو اس عضو کی مخاذات میں ہے اور اس سے مس نہ ہو مستعمل نہ ہوایوں ہی وہ تمام پانی کہ اس عضو کے پہنچنے کی جگہ سے نیچے ہے اس پر بھی حکم استعمال نہ آیا۔ اس قول پر ملکی یا کوئی میں کہنی تک ہاتھ ڈالنے سے بھی پانی قابل طمارت رہے گا کرنٹا ہر ہے جو پانی ہاتھ کے آس پاس اور اس سے نیچے رہا وہ اس سے سے بہت زائد ہے جس نے ہاتھ سے مس کیا اور جب غیر مستعمل پانی مستعمل سے زاید ہو تو پانی قابل وضو و غسل رہتا ہے مثلاً لگن میں وضو کیا اور وہ پانی ایک گھرے بھرا ب غیر مستعمل میں ڈال دیا تو یہ بگزغ قابل وضو ہے کہ مستعمل نامستعمل سے کم ہے اسی پر قیاس کر کے ان بعض نے ہاتھ ڈالنے کا حکم رکھا کہ مستعمل تو اتنا ہی ہو اجتنہ ہاتھ کو لگا باقی کہ لگ رہا اس پر غالب ہے اور فرقی اول نے فرمایا کہ پانی ایک مستعمل جسم ہے اس کے بعض سے ملن کل سے ملن ہے لہذا ناخن کی توک یا پورے کا کنارہ لگ جانے سے بھی کل ملکا مستعمل ہو جائے گا۔ یہ دو قول ہیں اور فرقی اول ہی کا قول احتیاط ہے بہر حال اتنے میں فرقیین متفق ہیں کہ بے ضرورت چلو لینے یا ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل ہو جائے گا اگرچہ بعض نہ ہماری تعریف اس قول پر بھی ہر طرح جامح ماننے ہے۔**

(۳) باوضوادمی نے بریت ثواب دوبارہ وضو کیا۔

(۴) سمجھو اہل نابالغ نے وضو بقصہ وضو کیا۔

(۵) حائل و نفاذ کو جب تک یعنی و نفاذ باقی ہے وضو و غسل کا حکم نہیں گرا ہیں مستحب ہے کہ غاز پنجگانہ کے وقت اور اشراق و چاشت و تجدید کی عادت رکھتی ہو تو ان وقوتوں میں بھی ضوکر کے کچھ دیر یا داہلی کر لیا کر کے عادت باقی رہے۔ انہوں نے یہ وضو کیا۔

(۶) پاک آدمی نے اداۓ سنت کو مجھے یا عین یا عرفی یا احرام یا اور اوقات سنونہ کا غسل یا میت کو غسل دینے کا وظیراً غسل کیا۔

(۷) باو عنونے کھانا کھانے کو یا کھانا کھا کر پہنیت اداۓ سنت ہاتھ دھوئے یا لگلی کی۔

(۸) وضوئے فرض یا نفل میں جو پانی کلی یا ناک میں پہنچانے میں صرف ہوا۔

(۹) کچھ امضا دھولیے تھے خشک ہو گئے سنت ہوالات کی نیت سے انھیں پھر دھویاں سب صورتوں میں شغل دوم کے سبب مستعمل ہو جائے گا اگرچہ استفاط و اجب نہ کیا اقامت قربت کی میت کرنا کار غسل کرنا بھی ستحب ہے کما فی الامر وغیره۔

(۱۰) میت کے بارے میں علام مختار ہیں جبکہ رکنی کے نزدیک ہوت نجاست حقیقت ہے اس تقدیر پر تو وہ پانی کو غسل میت میں صرف ہو اما میستعمل نہیں بلکہ ناپاک ہے اور بعض کے نزدیک نجاست حکیم ہے بھرالائی وغیرہ میں اسی کو واضح کہا اس تقدیر پر وہ پانی بھی ما میستعمل ہے اور ہماری تعریف کی شق اول میں داخل کر اُس نے بھی استفاط و اجب کیا۔

اقول ولہذا ہم نے انسان کا پارہ جسم کہا نہ مختلف کا کمیت مختلف نہیں۔ اور تطہیر لازم تھی کہا نہ یہ کہ اس کے ذمے پر لازم تھی کہ یہ تکمیر میت کے ذمے رہنس احصار لازم ہے۔

(۱۱) یہ ہی غسل میت کا و درستہ میسر اپنی بھی آب سے مستعمل ہو گا کہ اگرچہ پھٹے پانی سے استفاط و اجب ہو گیا مگر غسل میت میں شیش بھی قربت مطلوبہ فی الشرع ہے۔

اقول ولہذا ہم نے شق دوم میں بھی بدن انسان مطلق رکھا۔

(۱۲) وضو علی الرضو کی نیت سے وہ سرے کو کہا مجھے وضو کرادے اُس نے بے نیت ثواب اُس کے اعضاے وضو دھو دیے پانی مستعمل ہو گیا کہ جب اس کے امر سے ہے اور اس کی نیت قربت کی ہے تو وہ اسی کا استعمال قرار پائے گا الاتری انه لوقـلـ خذـلـ مـحدثـ وـنـوـیـ فـقـدـ اـقـ بـالـهـ اـمـوـرـ بـدـ معـ اـنـ اـمـرـ فـاـخـسـلـ وـ اـمـسـحـوـ اـنـسـماـ کـانـ عـلـیـهـ (جـیـساـ کـہـ اـلـرـبـ وـضـوـ اـسـکـجـ کـجـ اـوـ نـیـتـ کـرـتـ کـرـتـ توـ مـوـرـبـ کـوـ کـیـاـنـےـ وـالـہـوـ جـوـ غـسـلـ اـوـ اـسـوـاسـ اـسـ پـلـازـمـ تـحـاتـ)

(۱۳) باو ضوآدمی نے اعضا محفوظے کرنے یا میل دھونے کو وضو بے نیت وضو علی الوضو کیا پانی مستعمل نہ ہو گا کہ اب نہ استفاط و اجب ہے نہ اقامت قربت۔

(۱۴) معلوم تھا کہ عضویں بار دھوچکا ہوں اور ہنوز پانی خشک بھی نہ ہوا تھا بلکہ جو چونکی بار اور ڈالا یہ بھی قربت نہیں بلکہ خلاف ادب ہے۔

(۱۵) پاں اگر شک ہو کہ دوبار دھویا یا تین بار یوں تیقین شیش کے لیے پانی پھر ڈالا تو مستعمل ہو جائیگا

اگرچہ واقع میں پوچھتی بار ہو۔

- (۱۶) جسے حاجت غسل نہیں اُس نے اعضائے وضو کے سوا مثلاً پلٹی یا ران دھوئی۔
- (۱۷) باوضو نے کھانا کھانے کو کیا کھانے سے بعد یا ویسے ہی ہاتھ منتصف کرنے کو ہاتھ دھوئے کل کی اور ادانتے سنت کی نیت نہ تھی مستعمل نہ ہو گا کہ حدث و قربت نہیں۔
- (۱۸) باوضو نے حرف کسی کو پڑوسکنے کی نیت سے وضو کی مستعمل نہ ہو اک تعلیم و ضوابط قربت ہے مگر وضو سکنے نے کو وضو کرنا فی نفسہ قربت نہیں سکھانا قربت ہے اور وہ زبان سے بھی ممکن و لہذا ہم نے قید لکھائی کہ وہ استعمال خود کا رثا تھا۔ فعل فی نفس مطلوب فی الشوو و مقصود الغیر کا لادضو، (فعل فی نفس مطلوب فی الشرع ہے اگرچہ مقصود غزوہ ہو جیسے وضو ہے۔ ت) (۱۹) کوئی پاک پکڑا وغیرہ دھویا۔
- (۲۰ و ۲۱) کسی جانور یا نبات بچے کو نہ لدا یا اور ان کے پدن پر نجاست نہ تھی اگرچہ وہ جانور غیر ماکول الحرام ہو جیسے بلی یا چوپا ہتھی کہ مذہب راجح میں کتابی جگہ پانی ان کے دعا ب سے جدار ہا اگرچہ نہ لانا ان کے دفع مرض یا شدت گرا میں ٹھنڈہ پہنچانے کو پہنیت ثواب ہو مستعمل نہ ہو گا۔
- اقول پکڑا برتن جانور اور ان کے امثال تو بدن انسان کی قید سے خارج ہوئے اور نبات کو نہ لانا مثل وضوے تعلیم خود قربت نہیں کہ بچوں کے نہ لانے کا کوئی خاص حکم شرع میں آیا ہاں انھیں بلکہ ہر مسلمان و جاندار کو فتح و آرام پہنچا کی ترغیب ہے یہ امور عادیہ اُس عکم کی نیت سے کیا گردہ اسکے بچے اگر قربت ہو سکتا ہیں تو جو مجب استعمال وہی فعل ہے جو بذاتِ خود قربت و مطلوب شرع ہو۔
- (۲۲) حلقہ و نسوانے قبل افطاع و میں نیت قربت غسل کی پانی مستعمل نہ ہو گا کہ اس نے اگرچہ انسان کے جسم کو مس کیا جس کی تطہیر غسل سے واجب ہو گی مگر ابھی لازم نہیں بعد افطاع لزوم ہو گا۔
- اقول دلہذا ہم نے بالعمل کی قید لکھائی۔
- (۲۳) ناس بھجن بچے نے وضو کیا جس طرح دو میں سال کے اطفال مان باپ کو دیکھ کر لبڑر نفل و حکایت افعال وضو نماز کرنے لگتے ہیں پانی مستعمل نہ ہو گا کہ نہ قربت نہ حدث۔
- (۲۴) وضو کرنے میں پانی کو جب تک اُسی عضو پر ہر رہا ہے حکم استعمال نہ دیا جائے گا اور نہ وضو محال ہو جائے بلکہ جب اُس عضو سے جدا ہو گا اس وقت مستعمل کیا جائے گا اگرچہ ہنوز کمین مسفر نہ ہوا ہر مثلاً منہ دھونے میں کلائی پر پانی لیا اور وہی پانی کو منہ سے جدا ہو کر آیا کھلائی پر بھالیا جبکہ کے نزدیک کافی نہ ہو گا کہ منہ سے منفصل ہوتے ہی حکم استعمال ہو گی ہاں جن بعض کے یہاں استقرار شرط ہے ان کے نزدیک کافی ہے کہ ابھی مستعمل نہ ہوا اور غسل میں سارا پدن عضو واحد ہے تو سر کا پانی کہ پاؤں تک بہت茄 جائے جس جس جگہ گزر اس ب کو پاک کرنا جائے گا۔

(۲۵) اقول نجاست میں حکیم کی تفہیہ کا فائدہ ظاہر ہے کہ جو پانی نجاست حقیقیہ کے ازالہ میں صرف ہو ہمارے زدیک مطلقاً ناپاک ہو جائے گا زکر مستعمل۔

(۲۶) اقول ہم نے پانی کو مطلق رکھی اور خود رفع نجاست حکیمہ واقعہ قربت ہائے مذکورہ سے واضح کر پانی سے ماءِ مطلق مراد ہے تو سوریہ یا دودھ کی لستی یا بندیہ تمر سے اگر وضو کرے و مستعمل نہ ہونگے کہ ان سے دھوہی زہر کا تو مستعمل کیا ہو۔

(۲۷) خود نفس جنسی پانی نے دودھ سر کے گلاب کیوڑے وغیرہ کو خارج کر دیا کہ ان سے وضو کرے تو مستعمل نہ ہوں گے اگرچہ وضو ہوا گپڑ جنوب ہو اگرچہ نیت قربت کرے کہ غیر آب نجاست حکیمہ سے اصلاح تطہیر ہیں کر سکتا۔

تفہیہ اگر کیجئے ۲۶ و ۲۷ کا مثرو کیا ہے کہ مستعمل ہونے سے ہمارے زدیک شے جنس نہیں ہو جاتی صرف نجاست حکیمہ دوڑ کرنے کے قابل نہیں رہتی یہ قابلیت ان اشیاء میں پسند بھی نہ تھی تو ان کو مستعمل نہ مانتے کا فائدہ کیا ہوا۔

اقول اول توبیہ فائدہ بہت نخا کہ مستعمل نہ ہونے سے ان کی طہارت متفق علیہ رہے گی کہ مستعمل کی طہارت میں ہمارے امر کا اختلاف ہے اگرچہ صحیح طہارت ہے۔

ثانیاً مستعمل اگرچہ ظاہر ہے مگر قد رہے مسجد میں اُس کا ذالہ ناجائز ہے ان اشیاء کو مستعمل نہ مانتے سے یہ معلوم ہوا کہ مثلاً جس گلاب سے کسی نے وضو کیا اُسے مسجد میں چھڑا کر سکتے ہیں کہ وہ مستعمل نہ ہوا۔ باوجود یہ وہ نیس و عیل جام و مانع و شافی و نافع تعریف مائے مستعمل ہے کہ غفل الہی خدمت کلمات علماً کے کام سے اس فحیرہ القا ہو سے و اللہ الکبہ۔ سہولت حنفی کے لیے فحیرہ سے نظر کرتا اور برادران دینی سے دعا سے عنود عافیت کی طمع رکھتا ہے سہ

ماے مستعمل کر طہرنا مطہر و صفت اوست جامن و مانع صد او ز رضا ده حرفا شد

مطہر کو واجبہ سنی زحدتے کا ستیا بر بشور و قربت مطلوبہ عیناً صرف شد

راکے کا میسان جدا شاذ بد منسل است لیکن ز بعض چون قائم بجا یا نظر شد

دو شرعاً خیر میں وہ تمام تفاصیل آگئیں جو یہاں تک مذکور ہوئیں اور یہ بھی کہ ارجح قول اول ہے یعنی بدن سے جدا ہوتے ہی مستعمل کا حکم دیا جائے کا کسی جگہ مستقر ہونا شرط نہیں۔ اب عبارات علماً اور بعض مسائل مذکورہ میں اپنی تحقیقی مفرد ذکر کریں و باللہ ال توفیق۔ تسویر الابصار و درختوار و رد المحتار میں ہے:

لا یجوز بسما استعمل لاجل قربۃ الی ثواب و دو وضو اُس پانی سے جائز نہیں ہیں کو بلکہ ثواب استعمال کیا گیا جو

لہ ترہہ مستعمل پانی جو کہ خود پاک ہوتا ہے اور دوسرا سے کو پاک نہیں کرتا رضا سے اس کی جامن مانع تعریف دو با توں میں ہوتی ہے جس سے مطلقاً حدث زائل ہوا ہو یا قربت مقصودہ کی نیت سے بدن پر استعمال ہوا ہو پہ قلیل پانی جب بدن سے جدا ہوا تو مستعمل ہو جائیگا لیکن بعض کے زدیک بدن سے جدا ہو کر کسی جگہ یا نظر میں سکا فرار ضروری ہے۔

عده را کد بعنه غیر جاری یعنی آب قلیل کہ دہ در دہ نباشد (۱۲)

اگرچہ اس بحث نے استعمال کیا ہے جس میں شعور پیدا ہو چکا ہو  
(جیکہ وضو کیا کہ اس سے اس کا ارادہ پا کی حاصل کرنے کا  
تھا کما قی الخانیہ اور اس کا ظاہر ہے کہ اگر اس سے  
طہارت کا ارادہ ترکیا تو مستعمل نہ ہو گا) یا حال فرض بہاء  
کی عادت کی وجہ سے (نہ میں ہے کہ فقہاء نے فرمایا  
حال فرض کے وضو سے مستعمل ہو جائے گا کہ اس کے لیے  
ہر فرض کے لیے وضو مستحب ہے اور یہ کہ نماز کی مقدار میں  
اپنے مصلحتی پر مبینہ تاکہ نماز کی عادت نہ ختم ہو جائے،  
اور اگر تسبیح یا نماز چاہت کے لیے اُس نے وضو کیا  
تو چاہیے کہ وہ پانی مستعمل ہو جائے اور ملی وغیرہ نے اس  
کو برقرار رکھا اور اس کی وجہ ظاہر ہے، اس لیے  
اس پر شارح نے جزم کیا اور عبادۃ کو مطلقاً رکھا جامع  
الفتاویٰ کی متابعت میں) یا میت کو غسل دیا (اور  
اس غسل سے مستعمل پانی کا مستعمل ہونا ہی اصح ہے  
بھروسہ میں کہا ہو عام فقہاء کا قول یہی ہے، اس پر  
بدائع نے اعتماد کیا کہ میت کی نجاست خبیث کی نجاست  
ہے، یعنی میت خون والا جائز ہے، اور اس کا

من ممیز (۱۱) تو ضاً میزد به التظیر  
کما في الخانیة وظاہر انہ لو لم یرد به ذلک لمر  
یصر مستعملاً او حاصل عن لعادة عبادة (قال في  
النهر قال ابو عصہ العالض بصیر مستعمل  
لانه یتحب لمبا الوضوء کل فرضیة وان تجلس  
في مصلاها قد رها كيلا تنسى عادتها وينبغی  
ان لو قضاً لتتجدد عادتها او صلاة فضیح ان  
بصیر مستعمل اداء واقرة الرمل وغيرة ووجهه  
ظاهر فلذا جزم به الشارح فاطلق العبادة  
تبعاً لجامع العادی) او غسل میت (دکوت  
غالتہ مستعملہ ہو الاصح بحرائق قول  
العامدة واعتمده البدائم ان نجاست المیت  
نجاست خبیث لانہ حیوان دموی ومحوز عطفہ  
علی میزانی ولو من اجل غسل میت لانہ یعنی الاخر من  
غسل المیت) او یہ لا کل او متنہ بنیۃ الشیخ قیدہ فی الجھو  
اخذ من قول المعیط لانہ اقام بدقتہ لانہ  
سنۃ ادرا فی النہر وعلیہ ینبغی اشتراطہ فی حمل

ل الدَّمْنَارِ بَابُ الْمَيَاهِ مطبوعہ مجتبیہ دہلی ۳۴/۱

لہ در المختار باب المیاه مطبوعہ مصطفیٰ ابیاتی مصر ۱۳۵/۱

لہ الدَّمْنَارِ بَابُ الْمَيَاهِ مطبوعہ مجتبیہ دہلی ۳۴/۱

لہ در المختار باب المیاه مطبوعہ مصطفیٰ ابیاتی مصر ۱۳۵/۱

لہ الدَّمْنَارِ بَابُ الْمَيَاهِ مطبوعہ مجتبیہ دہلی ۳۴/۱

لہ در المختار باب المیاه مصر ۱۳۵/۱

لہ در المختار باب المیاه مجتبیہ دہلی ۳۴/۱

علف میز پر جائز ہے یعنی "اگرچہ میت کے غسل کی وجہ سے ہو کر نکل میت کو نہلاتے کے بعد وضو کر لینا مند و بجزی یا ماتحت دنالکانے کیلئے یا اس سے بریت سنت (بھر میں یہ قید محیط کے قول سے لے کر لگائی ہے کیونکہ اس نے اس سے عبادت ادا کی ہے اس لیے کروہ سنت ہے احمد اور نہر میں ہے کہ اس پناپر یہ شرط لگانی چاہئے ہر سنت میں جیسے من کا دھونا یا ناک میں پانی ڈالنا، احمد رمل نے کہا کہ اس میں کوئی تردید نہیں حتیٰ کہ اگر وہ جنوب نہ ہو اور منہ اور تاک کے دھونے سے محض صفائی کا ارادہ کرے تو کربت کی ادائیگی کا توپانی مستعمل نہ ہگی یا حدث کو رفع کرنے کے لیے جیسے بے وضو کا وضو کرنا خواہ مخنثہ کے حصول کے لیے ہو، تو اگر کسی با وضو شخص نے مخنثہ کا حاصل کر لئے کہا کے لیے، یا ما مخصوص کی مٹی پھڑانے کے لیے وضو کیا تو پانی مستعمل نہ ہوگا، بالاتفاق (اس پر یہ اعتراض وارد کیا گیا ہے کہ وضو کرنے کی تعلیم دنابجا نے خود عبادت ہے؟) بھرنے اس کا جواب دیا جس کو نہرو غیر نے بھی پسند

منہ کفسل فم و انف اه قال الرملی ولا تردد  
فیہ حتى لو لم يكن جنبًا وقصد بفضل الفضـه  
الانف مجرد التنطیع لا اقامـة القربـة لا يصـیر  
مستعملًا او لرفع حدث كوضـو محدث ولـلتبـدـ  
فلوـقـضاً متـوضـنـ لـلـبـدـا وـلـلـتـبـدـ  
يـصـوـرـ مستـعمـلاـ اـتفـاقـاـ اوـرـدـاـ تـعـلـيمـ الـوضـوـ قـرـبـةـ  
وـاجـابـ الجـسوـتـبـعـهـ النـفـسـ وـغـيـرـهـ انـ التـوـضـعـ  
نـفـسـهـ لـيـسـ قـرـبـةـ بـلـ التـعـلـيمـ وـهـوـ خـارـجـ عـنـهـ  
ولـذـاـ يـحـصـلـ بـالـقـوـلـ كـزـيـادـةـ عـلـىـ الـثـلـاثـ بـلـانـيـةـ  
قـرـبـیـةـ (انـ اـرـادـ الزـیـادـةـ عـلـىـ الـوضـوـ الـاـدـلـ وـفـیـهـ  
اـخـلـافـ الـمـشـایـخـ اـمـاـ لـوـارـاـ دـبـیـ اـبـدـاـ الـوضـوـ  
صـارـ مـسـتـعـمـلاـ بـدـاـلـمـ اـمـاـ اـذـاـکـاـنـ بـعـدـ الـغـرـاءـ  
مـنـ الـوضـوـ اـلـاـوـلـ وـالـاـنـکـاـنـ بـلـ عـنـهـ کـمـاـ مـوـضـعـ  
فـلـاـيـصـیرـ مـسـتـعـمـلاـ وـهـذـاـ لـيـضـنـاـ اـذـاـخـتـلـفـ  
الـمـجـلـسـ وـالـفـلـانـهـ مـكـرـوـهـ بـحـرـنـکـ قدـمـاـ  
انـ المـكـرـوـهـ تـکـارـهـ فـمـجـلـسـ مـرـارـاـ) وـکـفـلـ نـحوـ  
فـنـدـ (مـمـاـلـیـسـ مـنـ اـعـضـاـ الـوضـوـ وـهـوـ

لـهـ رـدـ الـحـتـارـ بـابـ الـمـیـاهـ مـطـبـوـعـ مـصـطـفـ الـبـابـیـ مصرـ ۱۳۶/۱

لـهـ الـحـتـارـ بـابـ الـمـیـاهـ مـطـبـوـعـ مـجـبـیـاـ دـبـیـ ۳۶/۱

لـهـ رـدـ الـحـتـارـ بـابـ الـمـیـاهـ مـطـبـوـعـ مـصـطـفـ الـبـابـیـ مصرـ ۱۳۶/۱

لـهـ الـحـتـارـ بـابـ الـمـیـاهـ مـطـبـوـعـ مـجـبـیـاـ دـبـیـ ۳۶/۱

عـهـ قـدـ قـدـمـاـ التـحـقـيقـ فـکـلـ ذـلـكـ فـبـارـقـ

الـنـورـفـتـدـ کـرـهـ اـهـ هـنـهـ قـدـسـ سـرـهـ

لـهـ رـدـ الـحـتـارـ بـابـ الـمـیـاهـ مـصـطـفـ الـبـابـیـ مصرـ ۱۳۶/۱

لـهـ رـدـ الـحـتـارـ بـابـ الـمـیـاهـ مـصـطـفـ الـبـابـیـ دـبـیـ ۳۶/۱

کیا کہ وضو خود قربت نہیں ہے، یا ان تعلیم قربت ہے اور تعلیم وضو سے الگ شے ہے اس لیے تعلیم صرف قول سے بھی ہو جاتی ہے، جیسے تین مرتبہ سے زاید اعضا وضو کا بلا نیت قربت دھونا (یہ اُس وقت ہے جب اُس کا ارادہ ہے کہ پچھلے وضو پر زیادتی کی جائے اور اس میں مشایخ کا اختلاف ہے، اور اگر اس سے وضو کی ابتداء مراد ہو تو اس طرح پانی مستعمل ہو جائے گا، بدائع، یعنی جبکہ پہلے وضو سے فرات کے بعد ہو رہ بدعوت پوگا جیسا کہ گزرا تو مستعمل نہ ہو گا، اور یہ کی اس وقت ہے جبکہ مجلس مختلف ہو ورنہ نہیں کیونکہ یہ مکروہ ہے، بحر۔ لیکن یہم پہلے بیان کرائے ہیں کہ مکروہ اس کا ایک ہی مجلس میں کئی مرتبہ لکڑا ہے) اور جیسے ران کا دھونا (جو اعضا وضو سے نہیں ہے حالانکہ وہ بے وضو ہو نہ کر جنوب ہو) یا پاک پکڑا (اور اسی کی مثل خشک اشیاء جیسے پانڈیاں اور پھل، قہستانی) یا وہ چوبیاں جس کا کوشت کھایا جاتا ہو (بھرنے اس کو بنتی سے روپت کیا، سیدی عبد الغنی و نیرنے کہا اور اسکے علاوہ بھی یانی ناپاک نہیں کرتے ہیں اور اس کے پاک کرنے کی صفت کو اس سے

محمدث لا جنب<sup>۱</sup>) او ثوب طاهر<sup>۲</sup> (و نوہ من الجامدات کقد و رو شمار قیسمات<sup>۳</sup>) اور ابہة توکل<sup>۴</sup> (بعر عن المبیق قال سیدی عبد الغنی وغيره اکذب لا تجسس العاد ولا تسلب طهوریتہ کحصار و فارۃ و سباع بهائمه لم يصل العاد ای فہما ایه و ذکر الرحمة نوہ<sup>۵</sup>) اولاً سقط افرض باں یغسل بعض اعضا نہ<sup>۶</sup> (اللی یجب غسل احترازا عن غسل المحدث نحو الفخذ<sup>۷</sup>) ادید خلیدہ او رجلہ فی حب لغير اغتراف د نوہ<sup>۸</sup> (بل لتبعد او غسل ید من طین او عجین فلو قصد الاغتراف و نوہ کا استخراج کو زلم یصر مستعمل للضرورة<sup>۹</sup>) فانہ یصیر مستعمل اذ انفصل عن عضوان<sup>۱۰</sup> لیستقر فی شی علی المذهب و قیل اذ الاستقر<sup>۱۱</sup> (فی مکان من ارض او کف او ثوب و یسكن عن التحول<sup>۱۲</sup> وهذا قول طائفۃ من مشایخ بلۃ و اختصارہ فخر الاسلام و غیرہ و فی الخلاصۃ وغيره انه المختار الا ان العادة علی الاول وهو الاصح و اثر الخلاف یظهر

لہ رد المحتار، باب المیاہ، مصطفیٰ الباجی مصر ۱۳۹/۱	لہ در محتر، باب المیاہ، مجتبی دہلی ۳۴/۱
لہ رد المحتار " "	لہ در محتر " "
" " " "	" " " "
" " " "	لہ در محتر " "
" " " "	لہ در محتر " "
" " " "	لہ در محتر " "

سلب نہیں کرتے ہیں، جیسا کہ حا، چو ما، اور چو پا یوں  
میں سے درندے بجکہ پانی ان کے منہ تک نہ پہنچے  
ادھ اور رحمتی نے ایسا ہی ذکر کیا، یا کسی فرض کو ساقط  
کرنے کے لیے مثلاً یہ کہ کسی عضو کو دھوئے (آن اعضاً  
میں سے جن کا دھونا لازم ہے، یہ بے وضو شخص کے  
اپنی ران وغیرہ کو دھونے سے احتراز ہے) یا اپنا یا تھہ  
یا پرکری گڑتے میں ڈالے، اُس سے چلو دغیرہ نہ بھرے  
(بلکہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے یا ہاتھوں کو مٹی سے یا آٹے سے صاف کرنا مقصود، تو اگر جو بھرنے کا ارادہ کیا جیسے  
پانی سے لوٹانے کا نہ کرے یا آٹا تو پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ یہ ضرورتا ہے،) کیونکہ پانی مستعمل اُس وقت ہوگا  
جبکہ عضو سے جُدا ہو، اگرچہ کسی چیز پر نہ بھرے، مذہبی یہی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جبکہ کسی جگہ پر بھرے،  
(زمین پر یا یا تھہ پر یا کپڑے پر، اور حرکت کے بعد اس میں سکون پیدا ہو چکا ہو، یہ بُلْجَ کے مشایع میں سے بعض  
کا قول ہے اس کو فخرِ الاسلام وغیرہ نے پسند کیا ہے اور خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ یہی مختار ہے، مگر عام علماء  
پسند قول پر ہی ہیں اور وہی اصح ہے) اس اختلاف کا اثر اُس منظر اسیں ہوگا جبکہ پانی جدا ہو کہ کسی انسان پر  
گرے اور وہ اس کو اپنے اور جاری کرے تو دسرے قول پر صحیح ہے ذکر پسند پر تھہ۔ اور یہ گزر چکا ہے کہ اعضا،  
عقل ایک عضو کی طرح ہیں، تو اگر اُس سے پانی جُدا ہو کہ اعضا، عقل پر گرا اور اُس نے وہ اُن پر جاری کریا تو دونوں  
اقوال کے مطابق صحیح ہوگا اصل متن، اور ہندیہ میں تمار خانہ نے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر سر کے سے یا ہاتھ کے  
عرق سے وضو کی توسیب کے نزدیک مستعمل نہ ہوگا اعو۔ ت

تبذییہ میں ما، مستعمل کی تعریف میں کہا کہ ”وہ  
پانی جس سے کوئی حدث زائل کیا گیا ہو یا بد ن پر قریبة  
کے طور پر استعمال کیا گیا ہو، پھر فرمایا کہ اگر کسی عورت  
نے ہاندی یا پر اپیال دھویا تو پانی مستعمل نہ ہوگا اعو۔

فیما لو انفصـل فـستـقـط عـلـى اـنـاـنـ فـاجـراـهـ عـلـيـهـ  
صـحـ عـلـى اـشـافـ لـاـ الاـولـ نـهـرـ وـقـدـ مـرـانـ اـعـضـاءـ  
الـفـصـلـ كـعـضـوـ وـاحـدـ فـلـوـ انـفصـلـ مـنـهـ فـسـتـقـطـ عـلـى  
عـضـوـ اـخـرـ مـنـ اـعـضـاءـ الـفـصـلـ فـاجـراـهـ عـلـيـهـ  
صـحـ عـلـى القـولـيـنـ اـهـ مـلـقـطـاـ وـفـيـ الـهـنـدـيـةـ عـنـ  
الـتـامـارـخـانـيـةـ لـوـقـوـضـاـ، بـالـخـلـ اوـمـاـ، الـوـرـ دـلـاـ  
لـيـصـيـرـ مـسـتـعـدـ لـاـعـنـدـ الـكـلـ اـهـ  
(بلکہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے یا ہاتھوں کو مٹی سے یا آٹے سے صاف کرنا مقصود، تو اگر جو بھرنے کا ارادہ کیا جیسے  
پانی سے لوٹانے کا نہ کرے یا آٹا تو پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ یہ ضرورتا ہے،) کیونکہ پانی مستعمل اُس وقت ہوگا  
جبکہ عضو سے جُدا ہو، اگرچہ کسی چیز پر نہ بھرے، مذہبی یہی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جبکہ کسی جگہ پر بھرے،  
(زمین پر یا یا تھہ پر یا کپڑے پر، اور حرکت کے بعد اس میں سکون پیدا ہو چکا ہو، یہ بُلْجَ کے مشایع میں سے بعض  
کا قول ہے اس کو فخرِ الاسلام وغیرہ نے پسند کیا ہے اور خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ یہی مختار ہے، مگر عام علماء  
پسند قول پر ہی ہیں اور وہی اصح ہے) اس اختلاف کا اثر اُس منظر اسیں ہوگا جبکہ پانی جدا ہو کہ کسی انسان پر  
گرے اور وہ اس کو اپنے اور جاری کرے تو دسرے قول پر صحیح ہے ذکر پسند پر تھہ۔ اور یہ گزر چکا ہے کہ اعضا،  
عقل ایک عضو کی طرح ہیں، تو اگر اُس سے پانی جُدا ہو کہ اعضا، عقل پر گرا اور اُس نے وہ اُن پر جاری کریا تو دونوں  
اقوال کے مطابق صحیح ہوگا اصل متن، اور ہندیہ میں تamar خانہ نے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر سر کے سے یا ہاتھ کے  
عرق سے وضو کی توسیب کے نزدیک مستعمل نہ ہوگا اعو۔ ت

تبذییہ قال في المذينة بعد ما عرف المستعمل  
ببناء امنيل به حدث او استعمل في البدن  
على وجه القرية ما فيه امرأة غسلت  
القدر او القصاع لا يصير الماء مستعملاً اهـ

میں کہتا ہوں یہ مطلق ہے اس میں یہ صورت  
بھی شامل ہے جبکہ اس عورت نے اس دھونے سے  
سنست کی ادا میگی کا ارادہ کیا ہو، غیرہ میں کہا کہ ان کا  
قول "فِ الْبَدْنَ" اس صورت سے حرزاً ہے جب  
پڑھے وغیرہ میں استعمال کیا ہو بہت "قُرْبَةَ"  
تو وہ مستعمل نہ ہو گا، اور جو ہم نے ذکر کیا اس پر یہ  
تفصیل ہو گی کہ کسی عورت نے ہانڈی یا پیالے دھونے  
الم مگر خلیہ میں فشر ما یا "بہر حال ہانڈی پیالے وغیرہ  
یعنی پاک اشیاء" جیسے سبزیاں پھل پڑھے، پتھر،  
تو اس لیے کہ جادات پر عبادات کا حکم جاری نہیں ہوتا  
ہے، اگر ان کے ساتھ قربت کا ارادہ کیا یعنی کھانا  
لگ جانے کے بعد ان کو بطور سنست دھویا تو یہ پانی مستعمل ہو جائے گا (حدائق)

**اقول اولاً فیہ بعد والآخر لاحظہ**

اقامة سنة لاجرم ان قال في الغنية قوله  
فِ الْبَدْنَ احتراز عمداً اذا استعمل في غيوه من  
ثوب وتحوة بذية القربة فإنه لا يصير مستعمل  
ويترفع على ما ذكرنا امراً غسلت القدر  
والعصاص الم لكن قال في الخلية اما القدر و  
العصاص ونحوهما من الاعيان الظاهرة  
كالبعقول والثمار والثياب والاحجاد فلابد  
الحجادات لا يدخلنها حكم العبادة اما لونت  
 بذلك قربة بات غسلهما من الطعام  
 يقصد اقامته السنة كان ذلك الماء مستعملاً  
 لـ جلنے کے بعد ان کو بطور سنست دھویا تو یہ پانی مستعمل ہو جائے گا (حدائق)

میں کہتا ہوں اولاً اس میں بعد ہے اس  
کو انہوں نے کسی کی طرف منسوب نہیں کیا ہے بلکہ  
منحصرہ دری اور میہ وغیرہ میں قربت کے استعمال  
کو بدین میں ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے، اور اس  
محض نے اسے برقرار رکھا ہے اور کتابوں کے  
مذاہم ہمارے لیے جلت ہیں، اور اس لیے غیرہ میں  
اس کو قید احرزاً قرار دیا ہے، اسی کی مثل جو ہر زیر  
میں ہے وہ فرماتے ہیں ان کا قول "فِ الْبَدْنَ"  
کیونکہ جادات کا دھونوں جیسے ہانڈیاں، پیالے،  
پتھر کا دھونوں، مستعمل نہ ہو گا ان

**وقد قيد في محصر القدر والهدایة**  
والعنيبة وغيرها الاستعمال لغير بة بكونه  
في البدن واقر عليه هذا المحقق ومقديم  
الكتب حجة ولذا جعله في الغنية احترازاً  
ومثله في الجوهرة النيرة حيث قال قوله  
في البدن قيد به لانه مكان من غسالة  
الحجادات كالقدر والعصاص والاحجاء  
لا يكون مستعملاً الم وشائياً تواهد عن  
اخره حير سلون مسائل الاستعمال في غير

ٹانیا فہم اس کے سب نیز انسان کے بدن میں استعمال کے سائل کو مطلقاً رکھتے ہیں عدم نیت قربت کی قید نہیں المگا تے میں، جیسے گورے کو غسل دینے کا مسئلہ جس کا ذکر بلطفی، فتح، بحر، در و تاریخ ایمان و فتوح میں ہے اور پکڑے اور پھر وہ کام مسئلہ پھلوں کا مسئلہ، ہانڈیوں اور سیالوں کا مسئلہ وغیرہ تو ان تمام فہمہ کا ان کو مطلقاً رکھنے پراتفاق کریں اس امر کی علامت ہے کہ وہ سب کے سب اس کو بدن انسانی کے سامنے مقید کرنے پرتفقی میں کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں کپڑوں کا دھونا، اور والدین کے کھلانے کجھی پھلوں کا دھونا، اور مسجد کے فرش کا صفائی کے لیے چونا وغیرہ تو برابری کا نیت ٹھوڑہ سے قربت کریں ملک ہے، اور نیتوں کا جانے والا سے خوب جانتا ہے۔

شاملیہ قید لگانا ہی دلیل کا تعاضا ہے جس کی وجہ سے قربت کی ادائیگی کو پانی کے وصف کو طور پر متغیر کر دینے والا قرار دیا تھا، یعنی اس کا بدن سے گز ہوں کا دُور کر دینا۔

ہذا میں ہے کہ امام محمد نے فرمایا پانی قربت کی ادائیگی سے ہی مستعمل ہوتا ہے کیونکہ استعمال کی وجہ گز ہوں کا اس کی طرف منتقل ہونا ہے، اور یہ چیز قربت کی ادائیگی سے ہی ہوتی ہے، اور امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ اسقاط فرض بھی اس میں موثر ہے تو

بدون انسان ارسالات اما غیر جانہ دین ای تقيید  
بعد نیۃ القریۃ کم سائے عند الدابة المذکورة  
فی البستق و الفتح والبحر و الدرو والتاریخ  
وغيرها و مسألة الشوب و مسألة الاحباس  
ومسألة العمار و مسألة العدد و القصاع هذه  
وغيرها فاطباً قبهم على اطلاقها يمْؤَذن بالاقام  
على تقييد حابب دت الانسان فات حل  
ذلك يحتمل نية القربة كغسل ثرب ابويه من  
الوسخ والمار من الغبار لاصنفهم واحجار  
فرش المسجد للتنظيف الى غير ذلك فما من  
مباح الا و يمكن جعله قربة بنية محمودة كما  
لا يتحقق على عالم علم النبات و ثالثاً هذا  
التقييد هو القضية للدليل الذي جعل به  
إقامة القربة مغير للمعاد عن وصف الظهرة  
اخفي حمله الا شاء من البدن المستعمل فيه  
في العدایة قال محمد رحمه الله تعالى لا يصر  
مستعمل الا باقامة القربة لأن الاستعمال  
باتصال نجاسة الأشام اليه و أنها تسول  
بالقرب وأبو يوسف رحمه الله تعالى يقول  
اسقط الفرض مؤثراً ايضاً فيثبت الفساد بالامر  
إهـ وفي العناية التغيير عند هادى تغير الماء  
و تدل عليه عند الشخرين رضى الله تعالى عنهم  
انما يكون بزوال نجاسة حكمية عن المحل

دونوں صورتوں میں فساد ثابت ہو جائے گا اور عنایت میں ہے کہ تغیر اُن دونوں کے نزدیک (یعنی پانی کا بد لانا اور اُس کا میلا ہونا شفیع رضی اللہ عنہما کے نزدیک) بخاست حکیمہ کا محل سے زائل ہو کر پانی کی طرف منتقل ہونے کے باعث ہو گا، اور بیہ بخاست دونوں صورتوں میں بھی پانی کی طرف منتقل ہوتی ہے (قریۃ کی اور میگی اور استھان قرض دونوں صورتوں میں)، جیسا کہ گزار کر اس کو بخاست حقیقیہ پر قیاس کیا گیا ہے، تو پانی کا فساد دونوں صورتوں میں ثابت ہو جائے گا اور اسی قسم کی بات بھر میں محیط سے منتقل ہے، وہ فرماتے ہیں پانی کا تغیر امام محمد کے نزدیک اس پر مبنی ہے کہ قربت اُس سے ادا کی گئی ہے، اور شفیعین کے نزدیک اس لیے ہے کہ پانی کی طرف بخاست حکیمہ منتقل ہوتی ہے اور وہ دونوں صورتوں میں پال کی طرف بخاست حکیمہ منتقل ہوتی ہے اس لیے پانی میتغیر ہو جائے گا اور تین میں ہے اس کا سبب قریۃ کا قائم کرنا ہے اور اُس سے حدث کا زائل کرنا ہے یہ شفیعین کے نزدیک ہے، اور امام محمد کے نزدیک صرف قربت کا ادا کرنا ہے، اور اول اصح ہے کیونکہ استعمال کا باعث یہ ہے کہ حدث کی بخاست اُس کی طرف منتقل ہوتی ہے یا انہوں کی بخاست اس کی طرف منتقل ہوتی ہے اور کافی میں ہے کہ کچھ مٹا بخس ہے کیونکہ

وانتقالہا الی الماء و قد انتقلت الی الماء ف  
الحالین (اى حال اقامۃ القرابة و حال استھان  
الواجب) كما تقدم من اعتبارها بالتجاست  
الحقيقة فيثبت فساد الماء بالامرين جميعاً اهـ  
موضحاً مثله في الخروج عن المحيط حيث قال تغیر  
الماء عند محمد باعتبار اقامۃ القرابة به و  
عنهما باعتبار انه تحول اليه نجاسة حكمية  
وفي الحالين تحول الى الماء نجاسة حكمية  
فاوجب تغیره اهـ في التبیین سببه اقامۃ  
القرابة او ازالۃ الحدث به عند ابی حنيفة وابی  
يوسف وعند محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم  
اقامة القرابة لغير الاول اصحاب الاستعمال  
باشتغال نجاسة الحدث او نجاسة الاشخاص  
اليه اهـ و قال في الكافي سورا الكلب نحس لعله  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیغسل الاشلاء  
من دلوغ الكلب مثل لا يقال جازان يؤمر  
بالغسل تعبد اکما امرا المحدث بالوضوء  
الغسل تعبد العريش عاً في طهارة الصلاة  
فإنه يقع لله تعالیٰ عبادة والجمادات لا يتحققها  
حكم العبادات لأنها باعتبار نجاسة الأشخاص  
والجمادات ليست باهل لها لا يقال الخبر

له العناية على حاشية فتح التبرير بباب الماء الذي يجوز بالوضوء ذريمه رضوي سكرم ۱/۸۰

لـ بـ جـ رـ اـ لـ تـ بـ بـ حـ شـ اـ لـ مـ سـ تـ عـ لـ اـ لـ ۱/۹۱

لـ تـ بـ يـ مـ يـ اـ لـ مـ سـ تـ عـ لـ اـ لـ ۱/۲۳

حضرور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس برتن کو کجھت  
چاٹ لے اس کو تین مرتبہ دھویا جائے۔

اگریہ اعتراض کی جائے کہ یہ بھی توجہ از ہے کہ غسل کا  
حکم تبعید ادیا جائے جیسے بدے و ضوک و ضر کا حکم دیا گی، تو اس کا  
بہاب یہ ہے کہ غسل تبعید اصرع نماز کی طہارت کے لیے مشروع ہوا ہے کیونکہ وہ اللہ کی عبادت ہے، اور جمادات کو  
عبادات کا حکم نہیں ہے، کیونکہ وہ انہیں کی نجاست کی وجہ سے ہے، اور جمادات لگانہ ہوں کے اہل نہیں ہیں۔ اگریہ  
اعتراض کیا جائے کہ وہ پتھر جو ری جرات میں استعمال ہوا ہو اس کو دھو کر دوبارہ اُسی سے قربت کی ادائیگی کیلئے  
رمی کی جائے تو کیا حکم ہے، اس کا بہاب یہ ہے کہ پتھر الارمی ہے اور الہ اس کی طرف لگانہ ہوں کے منتقل ہونے کی  
وجہ سے متغیر ہو جاتا ہے جیسے زکوٰۃ کا مال اور مستعمل پانی اور باختصار۔

الحمد لله ربنا هذان ظهر و ذلك الحمد  
ان مطلق الواقعية والنقاية والكنز والغدر  
والاصلاح والملائقي والتنيير محمول على  
مقيد الكتاب والمهدية والحقيقة مسماً  
لنيدة اطياقهم على اشتراط الانفصال عن  
العضو للحكم بالاستعمال وانما وقع المقال  
في اشتراط الضرر بعد الانفصال فشرطه  
بعض المشائخ وبه جزم في الكنز مخالف لكافيه  
واختارة الامام فخر الاسلام وغيره في شرود  
الجامع الصغير وهو مذهب الامام ابي حفص  
الكبير والامام ظهير الدین المرغيني  
قال في الخلاصة هو المختار ورجحه الاقتفاء  
في غاية البيان ذا عما ان في عدم اشتراطه  
حرجاً كما بينه مع جوابه في البحر والمذهب

جیسا کارہنگو نے اس کو بیان کیا اور اس کا بڑا بھجو بھر  
میں دیا، اور ہمارے نزدیک پانی عضو سے جدا ہوتے ہی  
مستعمل ہو جاتا ہے، اسی کو ہمارے میں صحیح قرار دیا ہے،  
اسی طرح بہت سی کتب میں اس کو صحیح کہا ہے، اور  
کافی میں اس پر اعتماد کیا ہے اور اس کے خلاف کو ضعیف  
قرار دیا ہے، اور اسی پر محققین میں جیسا کہ فتح میں اور عام  
کتب میں ہے کافی تحریر، بلکہ بعیط میں ہے کہ استقرار کی ثروت  
کے قائل امام سفیان ثوری ہیں، اہل فہرست نہیں ہیں  
اور فتح اور بھر میں ان کے دلائل کا روکیا ہے اور درمیں  
اس کی طرف اشارہ کیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ فرضیں کے  
کلام میں مذکور عضو سے منفصل ہونا ہے، جس کا مطلب  
یہ ہے کہ مراد اس کا بدن ہی میں استعمال ہے فقط زرکے

غیریں و اللہ تعالیٰ اعلم  
رابعاً محلِ نظر یہ امر ہے کہ برتوں کو حض اس لیے  
دھونا کرنے پر کھانے کا اثر ہے یہی قربت مطلوب ہے  
بلکہ مطلوب صفائی ہے جو کبھی چاٹ کو کبھی کپڑے سے

عند ناہو حکم الاستعمال بمجرد الافتصال و  
صححه في المهدية وكثيرون من الكتاب و  
الحمد لله في الكافي وضعف خلاقه وعليه المحققون  
كما في الفتح والعامية كما في البحر بل في المحيط  
ان القائل باشتراط الاستقرار الإمام سفيان  
الثورى رحمه الله تعالى دون اهل المذهب  
وقد تکفل في الفتح والبحر برد ما تعلقوا به  
 وأشار إليه في الدر و بالجملة المعد كود في  
كلام الغر يقين هو الافتصال عن العضو المؤذن  
بات المراد استعماله في البدن لا غير  
والله تعالى أعلم ورابعاً محل تظر كون غسل  
اللاؤاف بالماء مجرد اثر الطعام قربة مطلوبة  
بعينها بل المطلوب هو التنظيف ورعايتها  
بل حسن وبخرقة وبغيرها مطلق الاداء اقرب  
إلى الموضم والآدب بآداب السنة فاخرج الإمام  
مسلم في صحيحه عن جابر رضي الله تعالى عنه

عہ ترجمہ احادیث (۱) صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگلیاں اور کابی چاٹے کا حکم فرماتے اور ارشاد کرتے تھیں کیا معلوم کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے یعنی شاید اسی حصے میں ہو جو انگلیوں یا برتن میں لکھا رکھا ہے۔

(۲) مسلم و احمد ابو داؤد و ترمذی و فیضی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کھانا کھا کر پسالہ خوب صاف کرنیشے کا حکم فرمایا کہ تم کیا جاؤ کہ تمہارے کون سے کھانے میں برکت ہے۔

(۳) احمد و ترمذی و ابن ماجہ بنی شہبة الخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی پسالے میں کھانا کھا کر زبان سے اُسے صاف کرئے وہ پسالہ اُس کے لیے دعا مفترت کرے۔

(۴) امام حکیم ترمذی اسی ضمن میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ فرمایا اور وہ برتن اس پر درود  
(باقی اگلے صفحہ پر)

اور کسی مار مطلق کے غیر سے حاصل ہو جاتی ہے اور پہلا اقرب الی التواضع ہے اور اس میں ابتدائی سنت بھی ہے، چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگلیاں چاٹنے اور برتن چلٹنے کا حکم دیا اور فرمایا تم کو معلوم نہیں کہ کس حصہ میں برکت ہو گی! امام مسلم، احمد ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت انس سے مرفوعاً روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں برتن صاف کرنے کا حکم دیا ہے فرمایا تم کو پتا نہیں کہ تمہارے کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔ امام احمد، ترمذی اور

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بلعut الاصابع دالصحفة و قال انکم لا تدرؤن فی ایہ البرکۃ ولہ کا حمد وابی داود والترمذی والنسانی عن النبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امرنا ان نسلت القصیعہ قال فانکم لا تدرؤن فی ای طعامکم البرکۃ وللامام احمد و الترمذی و ابن ماجہ عن بنی شدة الخیر المہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اکل قصیعہ ثم لحسها استغفرت لہ

(بقیر حاشیہ صفحہ گزنشہ) بیسیجے۔ دلیل کی روایت میں ہے کہ فرمایا وہ پیالہ روئی کہے، الہم! اسے آتشِ دوزخ سے بچا جس طرح اس نے مجھ کو شیطان سے بچایا لیکن برتن سنبھا ہوا چھوڑ دیں تو شیطان اُسے چاٹتا ہے۔

(۵) حاکم و ابن حبان و سہیقی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا کھا کر برتن نہ اٹھائے جب تک اُسے خود نہ چاٹ لے یا (مشدّ کسی نیچے یا خادم کو) چھانے کے کھانے کے پچھے حصہ میں برکت ہے۔

(۶) مسنون بن سفیان میں والدر الطبری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پیالہ چاٹ لینا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ اُس پیالے بھر کھانا تصدق کروں لیعنی چاٹنے میں جرئت اوضاع ہے اُس کا ثواب اُس تصدق کے ثواب سے زیادہ ہے۔

(۷) مجمع کیرمی عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو رکابی اور اپنی انگلیاں چاٹے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اُس کا پیٹ بھرے لیعنی دنیا میں فخر و فاقہ سے نیچے قیامت کی بھوک سے محظوظاً رہے دوزخ سے پناہ دیا جائے کہ دوزخ میں کسی کا پیٹ نہ بھرے گا اُس میں وہ کھانا ہے کہ کا لیسمن ولا یغشی من جمیع ترقیاتی لائے نہ بھوک میں کچھ کام آئے وہ العیاذ باللہ۔

لہ صمیح للہم استحباب لعن الاصابع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰۵/۲

ابن ماجہ نے نبی شہر الحیر المذکور سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی پیالہ میں کھایا پھر اس کو چاٹا تو وہ پیالہ اس کے لیے استغفار کرے گا۔ امام حکیم ترمذی نے حضرت الس سے یہ لفظ نقل کئے ”اور وہ برلن اس کے لیے دعا کرے گا“ اور یہی نے ان سے روایت کی کہ وہ پیالہ کے کھایا اور اس کو نار جہنم سے آزاد فرمائے طرح اس نے مجید کو شیطان سے چھکا رکار دلایا ہے، حاکم اور ابن جبان نے اپنی صحیح میں اور بہتی نے سعیب میں جابر بن عبد اللہ سے مرخص روایت کیا، آپ نے فرمایا کہ پیالہ کو نہ اٹھائے تا وقیک اس کو خود پیات سے یاد و سر سے کوچائے دے، کیونکہ کی کے آخر میں برکت ہے۔ اور سن بن سفیان رالطرسے وہا پسند پاپ سے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میرے تزدیک پیالہ کا چاٹ لینا اس کی مقدار میں کھانے کے صدقہ کرنے سے افضل ہے اور طبرانی نے کہری میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے پلیٹ کو چاٹا اور انگلیوں کو چاٹا اللہ اس کو دینیا اور آخرت میں شکم سیر فرمائے گا۔ اور پانی کے

القصة زاد الامام الحکیم الترمذی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصلت علیہ و زاد الدیلمی عنہ فتفول اللہم اعنہم من النار کما اعتقدتی من الشیطان والحاکم ابن جبان فی صحيحہ مسما والبیهقی فی الشعب عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی حدیث یرفعہ الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لایر فم القصمة حقیقتہ اولیعقولها فات فی آخر الطعام البرکۃ و للحسن بن سفین عن رافطة عن ابیها رضی اللہ تعالیٰ عنہ باعث النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لان العق القصمة احب الی من انت الصدق بمثلا طعاماً و للطبرانی فی الکبیر عن العرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ علیہ عن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من لعنة الصحفة ولعنة اصحابہ اشبعه اللہ تعالیٰ فی الدنیا والآخرة وخصوص الغسل بالماء من الامور العادیة الشائعة بین المؤمنین الکفار فاذ انوی سنة التنظیف ای التنظیف لانه سنة

عن یزید ان الاضافۃ بیانیۃ للامیۃ لیصریر الغسل سنة فی هذہ التنظیف بل المعنی نوی سنة هو التنظیف ای نوی التنظیف کونہ سنة اہ منه (۱) تنظیف ہے یعنی تنظیف کی نیت کی کیونکہ وہ سنت ہے ام (۲) لے منداحد بن ضبل عن نبی شہر، بیروت ۵/۶۔ ۳۔ کنز العمال، ادب الاقل، مکتبۃ الراث حلب ۱۵/۲۵۳۔ ۴۔ کنز العمال، ادب الاقل، مکتبۃ الراث حلب ۱۵/۲۵۳۔ ۵۔ کنز العمال، ادب الاقل، مکتبۃ الراث حلب ۱۵/۲۳۵۔ ۶۔ کنز العمال، ادب الاقل، مکتبۃ الراث حلب ۱۵/۲۴۔

ادخلہ بنیتہ تحت عام محمد فکان کمتوحث  
جراحتی توضیح  
توضیح للتعلیم۔  
سنت کی نیت کی تو اس نے اس کو اپنی نیت سے ایک محدود عالم کے تحت داخل کیا تو اس شخص کی طرح ہو گا جس نے  
تعلیم کے لیے وظیفہ کیا۔

**اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس مقام کی جو**  
تحقیق میری سمجھیں آئی ہے وہ یہ ہے کہ ہر وہ پیڑھو قرۃ  
ہے وہ پانی کو طوریت سے بدلتے والی نہیں ہے بلکہ  
ضوری ہے کہ وہ مخصوص فعل جو پانی سے ادا کیا جائے،  
وہ اولاً وبالذات شریعت کی نگاہ میں قربۃ مطلوب ہے،  
اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قربۃ مطلوبہ ایک ایسا عین ہو  
جو پانی کے ساتھ ہری قائم ہو کر نہ کہ اگر اس کے بغیر وہ  
قربۃ حاصل ہو جائے تو اس کے وجود کے کئی موارد  
ہوں گے کچھ تو پانی سے حاصل ہوں گے اور کچھ بغیر  
پانی کے حاصل ہوں گے تو جو پیڑھی پانی سے اولاً وبالذات  
حاصل ہو تو وہ بعدینہ مطلوب تھوڑی بیکاری مطلوب  
مطلوب کر حاصل کرنے والی ہوگی اس کا حاصل یہ ہو گا  
کہ بعض پانی کا اس فعل میں صرف کرنا شرعاً مطلوب بعدینہ ہو  
کریں کہ مطلوب بعدینہ جب اس پر مرقب ہے تو یہ بھی  
مطلوب بعدینہ ہو گیا یہیکل، ناک میں پانی کا ڈالنا وضیع  
اور تسلیث و ضم و غسل میں الگچہ میت کے غسل میں  
ہو، اور شاید ہمارے قارئین کو یہ خیال گزرسے  
کہ یہ فائدہ تو صاحب بجز اور ان کے بھائی صاحب نبی  
کے کلام ہی سے معلوم ہو اے تو میں کہا ہوں یہ بات نہیں  
بلکہ تعلیم کے لیے وظیفہ کا مسئلہ مبتغی اور فتح و فیروز  
کتب مذہب میں منصوص ہے اور وہ میں تصریح

**ثُمَّ أَقُولْ تَحْقِيقَ الْمَقَامِ عَلَى مَا عَلِمْتُ**  
الملک العلام ان لیس کل ما جعل قربۃ مغیرا  
للهما عن الطهوریۃ بل يجب ان یکون  
الفعل المخصوص الذی يحصل بالساد اولاً  
و بالذات قربۃ مطلوبۃ في الشیع بخصوصه  
ومرجحه ان تكون القرۃ المطلوبۃ عین  
لاتفاق الا بالساد اذ لو جاز ان تحصل بدونه  
لکان لتحققها موارد منها ما يحصل بالساد  
و منها غيره فما يحصل بالساد اولاً وبالذات  
لا یکون مطلوببا بعینہ بل محصل بمطلوب  
بعینہ فیت حصل ان یکون نفس اتفاق الساد  
ف ذلك الفعل مطلوب با الشیع عیناً اذ المطلوب  
عیناً المطلوب ایکہ کان ایضاً مطلوب باعین  
کا المضمضة والاستئثار في الوضوء والتسلیث  
فیه وفي الغسل ولو لمیت ولعلک تظن ان  
هذه فائدة لم تعرف الا من قبل العلامۃ  
صاحب البحرو تبعه عليه اخوه ف النهر۔  
**أَقُولْ كَلَابِ الْمَسَالَةِ اعْنَى وَضُوِّ الْمَنْوَضِيِّ**  
التعلیم منصوص علیہا فی المبینی والفتح  
وغيرهما من کتب المذهب وقد نص فی  
الدرانها متفق علیہا ولا شک انها صریحة

کی ہے کہ میتھق علیہما ہے، اور اس میں شک نہیں کہ  
وہ اس فائدہ میں صریح ہے، کیونکہ تعلیم قطعی طور پر  
قربت ہے اور اس وضو سے اُس نے اُسی کی نیت  
کی ہے اور وہ اس خصوص میں گزشتہ سنت کی پڑی  
کرنے والا ہے کہ فعل کے ذریعہ بیان قول کے ذریعہ  
بیان سے اقوٰی ہوتا ہے، باوجود اس کے اُن کا اس  
امر پر اتفاق ہے کہ پانی مستعمل نہ ہوگا، تو یہ اجماع  
ہو گیا اس امر پر کہ ہر قربت پانی کو متغیر نہیں کرتی ہے  
 بلکہ صرف وہ قربت کرتی ہے جو پانی کے ساتھ ہی  
 قائم ہو کیونکہ پر نیت تعلیم و ضوکرنے اور وضو بر وضو  
کی نیت میں فرق کرنے والی بھی چیز ہے۔ پھر جس  
قربت کیا ہے پر موقوف ہونا لازم ہے وہ بعدینہ مطلقاً  
ہو ورنہ فرق ضائع ہو جائے کیونکہ تعلیم کے لیے  
کیا جائے والا وضو شرعاً قربت کو حاصل کرنے والا  
ہے تیری قربت ہوگا، اور وضو صرف پانی سے ہی  
ہوتا ہے لیکن شریعت میں وہ بعدینہ مطرد نہیں ہے،

وہ تعلیم کے لیے مطلوب ہے اور تعلیم پانی خرچ کرنے پر موقوف نہیں ہے تو تحقیق وہی درست ہے جو بھر میں ہے  
اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ نہ یوں اور پیاوں کے مسائل متفرعہ میں حق وہ ہے جو غینہ میں ہے لہذا ہم نے اسی پر  
اعتماد کیا۔ ت

پھر اس کی تائید تمام فتاویٰ کے اس اطلاق سے  
ملتی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ وضو اور غسل مختینک  
حاصل کرنے کے لیے کرنا، حالانکہ مختینک حاصل کرنا  
کبھی اس عرض سے بھی ہوتا ہے کہ انسان عبادت  
میں پرستکون رہے یا مطالعہ اطیبان سے کر کے  
اور بلاشبہ اس صورت میں یہ عبادت ہو گا کیونکہ

فی تلك الافادة فإن التعليم قربة مطلوبة قطعاً  
وقد نوا لا بهذا التوضي و هو في هذا الخصوص  
ايضاً متبع للسنة الماضية ان البيان بالفعل  
أقوى من البيان بالقول و مم ذلك اجمعوا انه  
لا يضر مستعمل مكان اجماعاً ان ليس كل قربة  
تغير الماء بل التي لا تقوم الا بالساعة اذا فاقت  
في التوضي بنية التعليم و بنية الوضوء على  
الوضوء الا هذَا ثم لا بد ان تكون التي تتوقف  
على الماء قربة مطلوبة بعيتها والا لعدا الفتن  
ضائعاً اذا لا شك ان الوضوء للتعليم محصل لغيره  
مطلوب شرعاً فيكون قربة وهو لا يقوم الا بالساعة  
لكن الشعْر لم يطلبها عيناً انا نطلب التعليم  
وهو لا يتوقف على انفاق الماء فما استقر على  
التحقيق على ما افاد البحر و ظهر ان الصواب  
في فرع القدر والقصاص مع الغنية فلذا علنا  
عليه -

اقول «ما يؤيد» اطلاقهم فاطبۃ مسألة  
التوضي والاغتسال للتبرد مع ان التبرد  
ربما يكون لجسم الخاطر للعبادة والتفوي  
على مطالعة كتب العلم وهو لا شك اذا ف  
من القرب فكل مباح فعله العبد المؤمن  
بنية خير غير انه لم يطلب عيناً في الشع

ہر بار جو انسان خر کی نیت سے کرے خیر ہے، البتہ وہ  
بعینہ مطلوب شرع نہیں، الچ مطلوب کا دسیلہ  
بن سکتا ہے اس سے بڑی بات غسل کا  
مسئلہ ہے میل دور کرنے کیلئے بعضیہ مطلوب شرع ہے جن کی  
بغا و بھی نظافت پر ہے اور بعد کے دن غسل کے حکم کی  
حکمت یہی ہے، جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے کہ البتہ  
میل کا زائل کرنا پانی پر ہی موقوف نہیں، لہذا پانی کا  
خرچ کرنا بعضیہ مطلوب شرع نہ ہوا، اور بعد، عینہ،  
وقوف بعرف، اور احرام کا غسل شرعاً مطلوب ہے،  
ان غسلوں کو انگرکسی نے بھلوں کے عرق یا شیرہ بھجو  
سے کیا تو قطعی طور پر ست کی اتباع نہ ہو گی، خواہ اس  
سے میل کیلے زائل ہو جائے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ  
حکم کی نکسی حکمت پر بحقیقی ہوتا ہے، لیکن بندوں پر  
حکم کی پابندی ہے نہ کہ حکمت کی۔ یہ بات اپنے مقام  
پر مذکور ہے یہاں تک پہنچا اور یا نہی کے مسئلہ پر  
رو مکمل ہوا، اور الحمد للہ سریر بات واضح ہو گئی کہ قبلت سے  
ماد اس مقام پر وہ قریۃ ہے جس کا تعقیل ظاہر ہے  
سے ہو جس میں شریعت نے قبلت مطلوب، خواہ  
نہ باہی ہو، کا دار و مدار اس پر کیا ہے کہ انسان،  
خواہ مرد ہی ہو، کی جملہ پر بعضیہ پانی لے گے،  
خواہ بطور مسح ہی ہو، اس سے  
ہمارا مقصود واضح ہوا اور مسئلہ کے فروع و احکام  
ظاہر ہوئے الحمد للہ ول الانعام۔

اب اس مقام پر نہیں ہے کہ یہ کہا جائے  
کہ مستعمل پانی وہ ہوتا ہے جو کسی ایسے عمل میں خرچ

**وَإِن سَاعَ أَن يُصِيرُ وسْلَةَ الْمَطْلُوبِ وَأَعْظَمُ**  
منه مسألة الاغتسال لأن زلة الدرن فهو  
مطلوب عينا في الشريعة فانما بني الدين على  
النظافة وقد كانت هذه حكمة الامر بالاغتسال  
يوم الجمعة كما افصحت به الاحاديث ببيان  
اذالة الوسخ لا يتوقف على الماء فلم يكن مما  
**وَلَمْ يُطْلَبْ فِيهِ الشَّرِعُ اِنْفَاقَ الْمَاءِ عِينًا بِخَلَافِ**  
غسل الجمعة والعيدين وعرفة والاحرام  
فإن من أغسل في ما بعده شراء ونبيذ ثم مثلاً لم  
يكن أتيًا بالسنة قطعاً أو انتقال به الوسخ  
**وَالدَّرْنُ وَذَلِكَ أَنَّ الْحَكْمَ يَكُونُ لِحَكْمَةِ وَلَكَ**  
العياد ما موردن باتباع الحكم دون الحكمة  
كما قد عرفت في موضعه وهذا ذلك قوله الرسول  
عل مسألة القصبة والقدر وتبين و الله  
الحمد لله المساد بالقربة هنا هي المتعلقة  
بطاهر بدن الانسان معاذ الله الشريعة فيه  
اقامة نفس القرابة المطلوبة ولو نبذها على  
اساس الماء عينا ولو محسنة بشيء ولو  
صيانتها فالابهام والتفهم المراحم وظاهرها  
في الفروع كلها الاحكام والحمد لله ول  
الانعام والآباء عسى ان تقوم تقول اول  
الامر الى ان العادة تماييز مستعملاً اذا النفق  
فيها كان انفاقه فيه مطلوبا في الشريعة عينا  
فما الفارق فيه وفيها اذا النفق في قربة مطلوبة  
شرعاً من دون توقف على الماء خصوصاً كيف

ہوا ہر کو جس میں اس کا فرچ کیا جانا یعنی مطلوب شرع  
ہوتا اس صورت میں درج ب پانی ایسی فقرت میں فرچ  
کیا گیا ہو جو شرعاً مطلوب تو ہو مگر پانی پر موقوف نہ ہو  
کیا فرق ہو گا؟ جبکہ پانی میں تغیر پیدا کرنے والی چیز  
اس کی طرف نجاست حکیم کا آنا ہے اور گناہوں کی نجاست بھی نجاست حکیم ہی ہے، جو کھلائیا بعضًا ہر قربت سے دھل  
جائی ہے جیسا کہ فرمان انہی "ان الحسنۃ یذ هبہ" ان الحسنۃ یذ هبہ" لیکن بریوں کو ختم کر دیتی ہے یہ ذاکرین کے لیے  
نصیحت ہے) کے غوم کا تقاضا ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں ہاں یہ درست ہے گناہ ہر عبادت  
سے اللہ کی رحمت زائل ہو جاتے ہیں..... مگر مگر ہو کی کسی  
قربت کی وجہ سے زائل ہونا اس امر کا متناقضی نہیں کہ  
وہ آلم تطهیر کی طرف منتقل ہو جائیں، یہ باقاعدہ اسی آمد  
میں ہے جس کو شرعاً نے متعین کیا ہو جیسے ذکوہ میں  
مال اور مہمات میں پائی، یہ کوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ  
وسلم کا ارشاد ہے کہ زکاۃ لوگوں کا میل کپیل ہے، اس  
کو احمد و مسلم نے عبد المطلب بن ربیعہ سے روایت  
کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا  
تس نے اچھی طرح وضو کیا تو گناہ اُس کے جسم سے نکلیں گے  
یہاں تک کہ اُس کے ناخنوں کے نیچے سے نکلیں گے،  
اس کو شیخین نے امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ سے ترویت  
کیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب سلم  
یا موسیٰ بن نہ وضو میں اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اُس کے چہرہ  
سے ہر گناہ نکل جاتا ہے جس کی طرف اس نے اپنی دلوں

و اسما المغير تحول نجاست حکمیۃ و منہ  
نجاست الاشام وہی تزویل کلا و بعضہ بحکم  
قربۃ لعموم قوله تعالیٰ ان الحسنات یذ هبہ  
الحسنات ذلك ذکری للذکرین ۵

اس کی طرف نجاست حکیم کا آنا ہے اور گناہوں کی نجاست بھی نجاست حکیم ہی ہے، جو کھلائیا بعضًا ہر قربت سے دھل  
جائی ہے جیسا کہ فرمان انہی "ان الحسنۃ یذ هبہ" ان الحسنۃ یذ هبہ" لیکن بریوں کو ختم کر دیتی ہے یہ ذاکرین کے لیے  
نصیحت ہے)

**اقول** نعم ولوجه اللہ الحمد ابداً تزویل  
الاشام باذن اللہ بكل قربۃ سرحة منه جلت  
**الأدوة** بیہنہ الامم المسماۃ المروحة دنیا  
«آخری بنیہما الکویر الرؤف الریم المرسل رحمة و  
البعث نعمة افضل صلوات سبہ واجمل تسليمه  
وازکی برکاته وادوم تھیاتہ علیہ وعلی الدوچیۃ  
وامتنابدا ونک الزوال بقربۃ لا یوجب الغول  
اللألهاللی ایمیت بہما و ما عدنا ذلک الاف الاله  
عینہما الشیع کالصال فی الزکوہ والداع فی المطہر يقوله  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الصدقات انسما  
ھی او سخن الناس روایۃ احمد و مسلم ععن  
عبد المطلب بن سریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
وقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من توضا  
فاحسن الوضو خرجت خطایا من جسدہ  
حتی تخرج من تحت اظفای رواہ الشیخان

لہ القرآن ۱۱ / ۱۱۳

۷ صحیح مسلم تحریم الزکوہ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۳۵

۱۲۵/۱

۷ صحیح مسلم خروج الخطایا من ماء الوضو

آنکھوں سے دیکھا ہو پانی کے ساتھ یا آخری قطہ کے ساتھ، جب وہ اپنے دونوں ہاتھ مدد حوتا ہے توجہ گناہ اس نے اپنے ہاتھوں سے کئے وہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطہ کے ساتھ نکل جاتے ہیں اور جب وہ اپنے پیر دھوتا ہے تو اُس کے پول کے گناہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطہ کے ساتھ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ اس کو مسلم ابوہریرہ سے روایت کیا، اور اس مفہوم کی احادیث بحثت مشور و معروف ہیں، اور اصحاب مشاہد اپنی آنکھوں سے دندر کے پانی سے لوگوں کے گناہوں کو دھندا ہوا دیکھتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ اہل شہود کے امام ابو عینیہ نے فرمایا کہ مستعمل پانی نجاست مغلظہ ہے کیونکہ اس پانی کو گناہوں میں ملوث دیکھتے تھے، تو ظاہر ہے کہ وہ دیکھتے ہوئے، اس کے علاوہ اور کیا حکم لگا سکتے تھے۔

امام شمرانی نے میزان الشرعیۃ الکبری میں فرمایا کہ میں نے سیدی علی الخواص (جو بڑے شافعی علم تھے) کو فرمایا ہے کہ امام ابو عینیہ کے مشاہدات اتنے دقیق ہیں جن پر بڑے صاحبان کشف اولیا امامہ ہی طبع ہے کہ ہیں، فرماتے ہیں امام ابو عینیہ جب ذہنوں میں استعمال شد پانی دیکھتے تو اس میں جتنے صفات و بکار بکرو ہاتھوں تھے ان کو پچان لیتے تھے، اس لیے جس پانی کو مکلفت نے استعمال کیا ہو اس کے تین درجات آپ نے متعدد فرمائے، اول: وہ نجاست مغلظہ ہے کیونکہ اس امر کا احتمال ہے کہ مکلفت نے گناہ و بکریہ کا ارتکاب کیا ہو۔

عن امیر المؤمنین عَلَيْهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَ قَوْلِهِ حَسْنَةُ النَّذِيرِ حَسِيلٌ وَ سَلَامٌ إِذَا تَوَضَأَ الْعَبْدُ اَوَالْمُؤْمِنُ فَغَسْلٌ وَ جَهَنَّمُ خَرْجٌ مِنْ وَجْهِ كُلِّ خَطِيئَةٍ نَظَرُ إِلَيْهَا بِعِينِيهِ مِمَّا هُوَ أَوْ مِمَّا أَخْرَقَهُ السَّمَاءُ فَإِذَا غَسَلَ يَدِيهِ خَرْجٌ مِنْ يَدِيهِ كُلِّ خَطِيئَةٍ كَانَ بِطَشَّهَا يَدِاهُ مِمَّا هُوَ أَوْ مِمَّا أَخْرَقَهُ السَّمَاءُ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرْجٌ كُلِّ خَطِيئَةٍ مُشَهَّدًا رِجْلَاهُ مِمَّا هُوَ أَوْ مِمَّا أَخْرَقَهُ السَّمَاءُ حَتَّى يَخْرُجَ نَفَقَامَ الْذِنْبُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَالْأَحَادِيثُ كَثِيرٌ شَهِيرٌ فِي هَذَا الْمَعْنَى وَأَعْصَابُ الْمَشَاهِدَةِ الْحَقَّةُ أَعْدَادُ اللَّهِ عَلَيْنَا مِنْ بُرَكَاتِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ يَشَاهِدُونَ مَاهَ الْوَضُوءِ يَخْرُجُ مِنْ أَعْصَابِ الْفَاسِدِ مُهَشَّدًا بِالْأَشَامِ مُتَلَوِّنًا بِالْمَوَانِهَا الْبَشَّعَةِ وَمِنْ هَذَا حُكْمُ امَامِ اهْلِ الشَّهُودِ ابْوِ حَنِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّاءَ الْمُسْتَعْمَلُ بِنَجَاستِ مَغْلَظَةِ لَانَّهُ كَانَ يَرَاهُ مُتَلَاطِحًا بِتِدْكِ الْقَادِرَاتِ فَمَا كَانَ يَسْعَهُ إِلَّا حُكْمٌ بِهِذَا وَكِيفَ يَرِدُ الْأَنْسَانُ إِمَارَيَّةً بِالْعِيَانِ قَالَ الْإِمَامُ الْعَارِفُ بِاللَّهِ سَيِّدُ عَبْدِ الْوَهَابِ الشَّعْرَانيُّ قَدْسُ سُرُّهُ الْمُبَارِفُ وَ كَانَ مِنْ كُبَارِ الْعُلَمَاءِ الشَّافِعِيَّةِ فِي مِيزَانِ الشَّرِعِيَّةِ الْكَبُورِيِّ سَمِعَتْ سَيِّدِي عَلِيِّ الْخَوَاصَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ (وَكَانَ إِلَيْهَا شَافِعِيَا كَمَا سَيَّاقَ) يَقُولُ مَدَارِكُ الْإِمَامِ ابْنِ حَنِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ دِقِيقَةٌ لَا يَكُادُ يَطْلَمُ عَلَيْهَا إِلَّا

دوم : نجاست متوسطہ اس لیے کہ احتمال  
ہے کو مختلف نصیفہ کا ارتکاب کیا ہو۔  
سوم : طاہر غیر مطہر، کیونکہ احتمال ہے کہ اس  
نے مکروہ کا ارتکاب کیا ہو،  
ان کے بعض مقلدین سمجھ بیٹھے کہ یہ ابوحنیفہ کتبین  
اقوال ہیں ایک ہی حالت میں علاوہ کہ امر و امرور ہے  
کہ یہ تین اقوال گناہوں کی اقسام کے عبارت ہیں جیسا کہ مذکور کتاب  
اور اسی کتاب میں ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب  
نے نجاست کو مختلف اور مخففہ میں تقسیم کیا ہے، کیونکہ  
معاصلی، کیا رہوں گے یا صفاتی۔  
اور میں نے سیدی علی الخواص کو فرماتے تھا  
کہ اگر انسان پر کشف ہو جائے وہ طہارت میں استعمال  
کے جائے وہ لیے پانی کو انتہائی گندہ اور بدبو دار دیکھے گا  
اور وہ اس پانی کو اسی طرح استعمال نہ کر سکے گا جیسے  
اُس پانی کو استعمال نہیں کرتا ہے جس میں کسایا بلی مری ہو  
یہ نے ان سے کہا اس سے معلوم ہوا کہ ابوحنیفہ اور  
ابویوسف اہل کشف سے تھے کیونکہ یہ مستعمل کی نجاست  
کے قائل تھے، تو انہوں نے کہا جی پاں۔ ابوحنیفہ اور  
ان کے اصحاب بڑے اہل کشف تھے، جب وہ اس پانی  
کو دیکھتے جس کو لوگوں نے وضو میں استعمال کیا ہوتا تو  
وہ پانی میں گستہ ہوئے گناہوں کو پہچان لیتے تھے  
اور کبائر کے دھوون کو صفاتی کے دھوون سے اگر

اہل الکشف من اکابر الاولیاء قال، کان الاما  
ابوحنیفۃ اذا رأی ما ایضاً یعرف سائر  
الذنوب التي خرت فيه من کائنات و صفات و مکروہات  
فلہذا جعل ما الطهارة اذا اظهرت به المکلف  
له شدۃ احوال احد ها انه کان نجاست المغلظة  
لاحتمال ان یکون المکلف ارتکب کبیرة الشاف  
کان نجاست المستوطة لااحتمال ان یکون ارتکب  
صغریۃ الثالث طاهر غیر مطہر لااحتمال ان  
یکون ارتکب مکروہات فهم جماعة من مقلدیہ  
ان هذہ الشدۃ احوال فی حال واحد والحال  
انها فی احوال بحسب حصر الذنوب فی ثلاثة  
اقسام کیا ذکر کیا اہو و فیہ ایضاً رضی اللہ عن  
الامام ابوحنیفہ و رحم اصحابہ حیث قیمۃ الباشیة  
الى مغلظة و مخففة لآن المعاصلی لا تخرج عن  
کوہ نہما کائنات و صفات و سمعت سید علی الخواص  
رحمہ اللہ تعالیٰ لوکشف للعبد لرأی الماء الذی  
یتطلہ منہ الناس فی غایۃ القذارة والنتن  
فكان نفسه لا تطيب باستعماله کیا لا تطيب  
باستعمال ما قليل مات فیہ کلب او هرۃ قلت  
لہ فاذن کات الامام ابوحنیفہ و ابویوسف  
من اهل الکشف حیث قال نجاست السماء  
المستعمل قال نعم کان ابوحنیفہ و صاحبہ

متاز کر سکتے تھے، اور صفائی کے دھونوں کو مکروہات سے اور مکروہات کے دھونوں کو خلافِ اول سے متاز کر سکتے تھے اسی طرح جیسے مسکوس اشیاً ایک درس سے الگ متاز ہوا کرتی ہیں، فرمایا کہ یہیں یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ آپ جامِ کوفہ کے طہارت خانہ میں داخل ہوئے، تو دیکھا کہ ایک بڑا وضو کر رہا ہے اور پانی کے قطرات اُس سے پیک رہے ہیں تو فرمایا اسے میرے بیٹے! ادالین کی نافرمانی سے توہہ کر۔ اس نے فوراً کہا میں نے توہہ کی۔ ایک درس سے شخص کے پانی کے قطرات دیکھے تو فرمایا اسے میرے بھائی ازاں سے توہہ کر۔ اس نے کہا میں نے توہہ کی۔ ایک اور شخص کے وضو کا پانی گرتا ہوا دیکھا تو اُس سے فرمایا شراب تو شی اور غرش کوئے بجا سے سے توہہ کر۔ اس کہا میں توہہ کی ادا اسی ہیں حضرت امام ابو سینہ کے بعض مقتدیین سے مردی ہے کہ انہوں نے ان وضو خانوں کے پانی سے وضو کرنے کیا ہے جن میں پانی جاری نہ ہو کیونکہ اُس میں وضو کرنے والوں کے گناہ بنتے ہیں، اور انہوں نے حکم دیا کہ نہروں کنوں اور بڑے وضووں کے پانی سے وضو کریں۔ اور سیدی علی الخواص باہر ہو دش فی المذہب ہونے کے مساجد کے طہارت خانوں میں اکثر اوقات وضو نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ پانی ہم جیسے لوگوں کے جسموں کر رہا ہے کیونکہ یہ ان گنہ ہوں سے آلوہ ہے جو اس میں مل گئے ہیں، اور وہ گنہ ہوں کے دھونوں میں

من اعظم اهلِ اکشہن فکان اذار ای الماء اللہ  
یتوضاً منه الناس یعرف اعیان تلاٹ الخطایا  
القی خرت فی الماء و یمیز غسالة المکروہ  
الصفائر و الصفائر عن المکروہات والمکروہات  
عن خلاف الاولی کالامور المحمد حساعلی حد  
سواء قال وقد بلغنا انه دخل مطہر قجامع  
الکوفة فرأى شاباً یتوضاً فنظر في الماء المفاطر  
منه فعال یا ولدی تب عن عقوق الوالدیت  
فعال بتت الى الله عن ذلك ورأى غسالة شخص  
آخر فعال له یا اخی تب من الزنا ففعال بتت و  
رأى غسالة اخر فعال تب من شرب الخمر  
وسناع اکلت الله فعال بتت اه وفيه ايضا  
رسحم الله تعالى مقلدی الاماں ابی حیفہ  
سرضی الله تعالى عنه حيث منع الظہارۃ  
من ماء المطاهر التي لتسیح لما یکن فیها  
من خطایا المتصوّرین وامرها اتباعهم بالوضو  
من الانهار او الابار او البرک الکبیرة وکان  
سیدی علی الخواص رسحمه الله تعالى مس  
کونه شافعی لا یتوضاً من مطاهر المساجد ف  
اکثر اوقاتہ یقول ان ماء هذه المطاهر لا  
ینعش جداً ما ان لتقذرها بالخطایا التي خرت  
فیها وکان یمیزین غسالات الذنوب ویعرف  
غسالة الحرام من المکروہ من خلاف الاولی

یہ فرق بھی کر لیتے تھے کہ یہ حرام کا ہے یا مکروہ ہا یا خلاف اولیٰ کا، اور ایک دن میں ان کے ساتھ مدرسہ الازہر کے وضو خانے میں داخل ہوا تو انہوں نے ارادہ کیا کہ حوض سے استنبی کریں، تو اس کو دیکھ کر دوست آئے میں نے دریافت کیا کیروں؟ تو فرمایا کہ میں نے اس میں ایک گناہ کبیر کا دھون دیکھا ہے جس نے اس کو متغیر کر دیا ہے، اور میں نے اُس شخص کو بھی دیکھا تھا جو حضرت شیخ سے قبل وضو خانے میں داخل ہوا تھا، پھر میں اُس کے پیچے چھپ گیا اور اُس کو حضرت شیخ نے جو کہا تھا اس کی خبردی، اُس نے تصدیق کی اور کہا کہ مجھ سے نہ نہ واقع ہوا، اور حضرت شیخ کے ہاتھ پر آکر تسب ہوا۔ یہ مر اپنا مشاہدہ ہے احری سب ماخذ ہے اس کے عظیم مدد کے لیے میں نے اس کو ذکر کیا ہے، اور اس کو آپ نے قربت کا آنحضرتی قرار دیا ہے وہ اُسی معنی میں نہیں ہے جس کو شائع نے معین کیا ہے تو یہ اس کے ساتھ لا حق نہ کیا جائے۔

میں کہتا ہوں بلکہ دلیل عدم الحق پر قائم ہے کیا یہ نہیں کہ پسی سے کو سیراب کرنا قریب مطلوب ہے، اور اس بارے میں بطری خاص وارد ہوا کہ یہ گنہوں کا مناسنے والا ہے۔

خطیب النبی بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تیرے گنہ زیادہ ہو جائیں تو توپاں پر پرانی پلا تو تیرے گنہ اس طرح بھر جائیں گے جس طرح تیر ہوا سے پڑی کے پتے بھر جاتے ہیں اس تو جب تو نے اس کو

وَدَخَلَتْ مَعَهُ مَرَةً مِّضَاضًا الْمَدْرَسَةُ الْأَزْهَرِيَّةُ فَارَادَنَ يَسْتَبَّجُ مِنَ الْمَغْطَسِ فَنَظَرَ وَرَجَمَ فَقُلِّتْ لِمَ قَالَ سَرَايْتَ فِيهِ غَسَالَةً ذَبْ كَبِيرٌ غَيْرَتِهِ فِي هَذَا الْوَقْتِ وَكَنْتَ أَنَّا رَأَيْتَ الَّذِي دَخَلَ قَبْلِ الشِّيْخِ وَخَرَجَ فَتَبَعَّدَهُ وَأَخْبَرَتْهُ الْخَبْرُ فَعَالَ صَدْقَ الشِّيْخِ قَدْ وَقَعَتْ فِي شَرْنَاشَمْ جَاءَ إِلَى الشِّيْخِ وَتَابَ هَذَا الْمَرْسَاهُدَتِهِ مِنَ الشِّيْخِ اهْ كَلْهَ مُلْتَعِضاً وَسَقَهَ هَهْنَالْجَيْلَ فَائِدَتِهِ وَجَلِيلَ عَائِدَتِهِ وَلَيْسَ مَا عَيْنَتِهِ أَنْتَ أَلَّهَ لَفْرَبَةَ فِي مَعْنَى مَا عَيْنَهُ الشَّاسِعُ فَلَيَدْلُوْتَ

**اَقُولُ** بِلِ الدَّلِيلِ نَاہِضٌ عَلَى عَدْمِ الْالْتَحَاقِ الْاَتْرَى اَنَّ اَرْدَأَنَّ الْمُطَهَّأَنَّ قَرْبَدَ مَطَلَّبَهُ قَطْعَاً وَقَدْ وَرَدَ فِيهِ خَصْوَصَانَهُ مَحَاءَ لَدَنَّ نَوْبَ اَخْرَجَ الْخَطِيبُ عَنِ النَّبِيِّ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَذَا كَثُرَتْ ذَنْبُكَ فَاسْتَقَ الْمَاءُ عَلَى الْمَاءِ تَنَاهَشَ كَمَا يَتَنَاهَرُ الْوَرَقُ مِنَ الشَّجَرِ فِي الرِّيحِ الْعَاصِدِ اَهْ فَإِذَا اسْتَقَيْتَ لَهُ الْمَاءَ مِنْ بَئْرٍ وَسَكَبْتَ مِنْ اَنَاءَ وَاعْطَيْتَهُ اِيَّاكَ فَقَدْ اَقْمَتَ بِهِ قَرْبَةَ

کوئیں کے پانی سے سیراب کیا یا کسی برتن سے انبٹلا اور اسکو نیا تو نہ  
اس کے سامنہ قربت کو فرم کریں، تو اگر ان ہوں کی نسبت  
اس کی طرف مستعمل ہو جائے تو وہ بخوبی ہو گا اور امام کے  
نزدیک اس کا پینا حرام ہو گا اور بالاجماع گندہ ہو گا اور  
اس کا پینا مکروہ ہو گا تو احسان گناہ ہو جائے گا اور  
قربت اپنے نفس پر تعقیب ہو گی یہ بالاجماع باطل  
ہے، یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ شریعت نے تم سے  
یہ مطابیر کیا ہے کہ تم اُس کے لیے وہ تیار کرو جو اس  
کو سیراب کر دے، اور اس کے لیے کسی پانی کو مخصوص  
نہیں کیا ہے کہ اُس کے بغیر کفایت نہ ہو، یہاں کوئی اسکو  
غالص دودھ پانی مادہ دادہ، عرق کلاب یا برف والا شرط  
خواہ دو کرو سے والا ہو تو زیادہ بہتر ہو گا تھاری  
قربت ادا ہو گی اور کچھ زیادہ بھی اور اللہ محبین کو پسند کرتا ہے،  
اور ہماری اس تصریح سے ہاندیوں اور پسالوں والے  
مسئلہ کی مزید تائید ہوتی ہے۔ یہ میرے لیے ظاہر ہوا ہے اور مجھے امید ہے کہ اس سے معاملہ واضح ہو گیا ہے

فلوتوحولت نجاست الاتائم الیه لصارخجا حراما  
شريه عند الاما مر وقد رابا لاجماع مکروه الشر  
في عود الاحسان اسامه والقربيه على نفسها  
بالنقض وهو باطل اجماعا فهذا ذلك الاكلات  
الشرع انا طلب منك ان تهيني له ما يرويه  
لم يعين له الماء بخصوصه بحديث لا يجزئ  
غيرة بل لوسقيته لبيان حال الصبا او ممزوجا بما دا  
ماء الورد او جلبابا بشمع ولو زوماء الكاذب د  
امثال ذلك لكان اجد واجود واقت القربيه  
اذيد والله يحب المحسنين وقد اشتدى تشنيدا  
بهذا الرakan ما نحونا اليه في مسألة القدور  
والقصاص هذا كلہ ما ظهر له دار حوار  
قد رہ لامر و زال القناع والحمد لله رب  
العلییف -

مسئلہ کی مزید تائید ہوتی ہے۔ یہ میرے لیے ظاہر ہوا ہے اور مجھے امید ہے کہ اس سے معاملہ واضح ہو گیا ہے  
والحمد لله رب العالمین - ت

**تشنيده مستعمل پانی کی پہلی شق کے بیان میں علم کتب  
میں یعنی ہے کہ یہ وہ پانی ہے جو حدث دُور کرنے میں  
مستعمل ہوا ہو، متروک کتب میں یہی ہے، مثلاً  
قدوری، بدایہ، وقاریہ، نھایہ، اصلاح، کنز، غریر  
اور ملکیتی وغیرہ، اور محقق علی الاطلاق نے فتح میں ان  
پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حدث کے ثبوت میں تجویز نہیں  
ہوتی ہے اس لیے قول صحیح محمد پر، وجہ تک بدن کا**

**تشنيده عامۃ الکتب فی بیان الشق الاول  
من الماء المستعمل علی التقبیر بعاء استعمل  
فی سفع حدث وعلیم العتون کا القدوری و  
المبدایہ ولوقاۃ ونفایۃ والاصلاح و  
الکنز و الغیر و الملکی واعتراضهم المحقق  
علی الاطلاق فی الفتح بان الحدث لا يتتجزء  
شبیثاً اهراً علی القول الصحیح المعتمد فما**

کوئی ذرہ جس سے حکم تطیر لا جت ہوتا ہے باقی بیسے کا حدث بھی اُس حصہ میں باقی رہے گا، یہاں تک کہ کوئی بے وتو یا ناپاک شخص عمل کرتا ہے اور مثلاً اُس کے پر می خشکی کی معقولی سی چک باقی رہ جاتی ہے تو وہ مصنن کو اپنے ہاتھ سے یا اپنی آستین سے نہیں چھو سکتا ہے اور جنوب ہونے کی صورت میں تلاوت نہیں کر سکتا ہے یہ سب فتویٰ کے لیے مختار ہے، تو اس پانی نے حدث کو رفع نہیں کیا، اور اگر اُس نے نیت نہ کی تو قربت بھی نہ ہو گی حالانکہ وہ قطعاً مستعمل ہے، اس میں بہت سی فروع میں ہر صاحب ذہب سے منقول ہیں، ان کا عمل اس امر سے ہے کہ بے دشنا اپنے کسی عضو کو بلا ضرورت چڑھرنے کے لیے پانی میں ڈالے، جیسا کہ قَعَ، لیکہ اور بخوبیں نصیل سے ذریبا ہے، اس اعتراض سے رہائی حاصل کرنے کے لیے محقق نے یہ تقریر کی ہے کہ پانی کے مستعمل ہونے کی تین صورتیں ہیں رفع حدث، تقرب اور فرض کا عضو سے ساقط ہونا، فرمایا کہ اسی پر یہ فروع متفرع ہوں گی کہ ہاتھیا پر عبور سے پانی میں بلا ضرورت ڈالا، اور سقوط فرض اور ارتفاع حدث میں کوئی تلازم نہیں ہے اب ہاتھ سے سقوط فرض مثلاً چاہتا ہے کہ ہاتھ کے دھونے کا بقیہ اعذًا کے ساتھ اعادہ نہ ہو، اور حدث کا مرتفع ہونا باقی اعضاء کے دھونے پر موقوف ہو اور پانی کے استعمال میں سقوط فرض بھی صلی ہے جیسا کہ معلوم ہے کہ اس کی اصل مال زکوٰۃ ہے اور

بقيت ذرة مما يتحقق حكم الحديث بقى الحديث في كل ما كان لحقد حتى لو ان محمد ثابدا جنب اعظمه و بقيت لمعة خفيفة في سجله مثل المريحل له من المصحف بيد لا يكفيه ولا للجنب البدلة كل ذلك على ما هو المختار للفتوى فهذا العامل يرفع الحديث ولو لم ينوله تك قر به ايضا من انه مستعمل قطعاً بغير كثرة من صوصة عن صاحب المذهب رضي الله تعالى عنه في ادخال الحديث بعض اعضائه في الماء وغير ضرورة الاغتراف على ما فصلت في الفتح والحلية والبخرو غيرها وللتقصي عن هذا اقرب المحقق ان صيرورة الماء مستعملاً بالحدى ثلث رفع الحديث والقرب وسقوط الفرض عن العصر قال عليه تجري فروع ادخال اليده الرجل الماء القليل لالجاجة ولا تلزم بمقدار سقوط الفرض وأرتفاع الحديث فسقوط الفرض عن اليدي مثلاً يقتضي ان لا يجب اعادة غسلها من بقية الاعضاء ويكون ارتفاع الحديث موقعاً على غسل الباقي وسقوط الفرض هو الاصل في الاستعمال لما عرف انت اصله مال الزكوة والثابت فيه ليس الاسقط الفرض حيث جعل به دناس شرعاً على ما ذكرناه و تبعه تلميذ المحقق في الحلية ثم البحر في

اس میں کسی ثابت ہے کہ سقوط فرض ہو، کیونکہ اس میں شرعاً ملکیت ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کی احادیث ان کے معنی شاگرد نے ان کی پریدی کی حیثیت میں، پھر صاحب بحیرہ نے بھر میں۔ پھر ان کے شاگرد علام غزیہ نے ایمان تک کر اس کو متن قرار دیا، اور درمیں اس کو مدقق نے برقرار رکھا، اور عبد الغنی نابلسی نے شرح ہدایۃ ابن القادی میں اس پر اعتماد کیا، اور علام رشی نے فرمایا کہ اس تیسرے سبب

البھوث تلمیذۃ العلامۃ الفرزی حتی جعله متنا واقفۃ علیہ المدقق فی الدرواعتمدۃ العارفۃ بالله سیدی عبد الغنی النابلسی فی شرح هدایۃ ابن القادی متن عوام العلامۃ شان هذالسبب  
الثالث من ادلة فی الفتہ  
وکھا، اور عبد الغنی نابلسی نے شرح ہدایۃ ابن القادی میں اس پر اعتماد کیا، اور علام رشی نے فرمایا کہ اس تیسرے سبب  
کو فتنہ میں زیادہ کیا گیا۔

میں کہتا ہوں یہ بات درست نہیں ہے بلکہ  
صاحب نہ ہب رحمہ اللہ سے ہی منصوص ہے، فتح  
میں حسن کی کتاب سے ابو حینیۃ سے مردی ہے کہ اگر  
تاپاک شخص یا بے خبر شخص نے اپنے دو توں ہاتھ دو توں  
کھینچوں تک پانی میں ڈبوئے یا ایک پریکسی مرتباں  
میں ڈبوئا تو اس سے وضو جائز نہ ہو گا، کیونکہ اس کا  
فرض اس سے سقط ہو چکا ہے اور  
اور ہم نے ہمارے سے ابو روسفتؐ قول عین امام کے قول کی بھی  
علت بیان کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ استھانا فرض  
بھی موثر ہے تو فساد دو توں امر دوں سے ثابت ہو گا  
اہ ہاں معنی نے برا ضائقہ کیا ہے وہ سبب کی تسلیت  
ہے، اور وہ درست نہیں کیونکہ سقوط فرض اعلم مطلق  
ہے رفع حدث سے، لہذا یہ اس سے بے نیاز  
کرنے والا ہے، اور مخدہ الحدائق میں ہے کہ کبھی حدث

اقول و لیس کذاب بل هو منصوص علیہ  
من صاحب المذهب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی  
الفتح عن کتاب الحسن عن ابی حینیۃ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ ان خمس جنب او غير متوسطی یہ دیہ  
الى المس فقیہین او احدی سراجیہ فی اجاتة لح  
یجز الوضوء منه لانه سقط فرض عنه اه و قد  
عن الهدایۃ فی تعلیل قول ابی یوسف اع  
و الامام رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان استھانا فرض  
مؤثر ايضا فی ثبت الفساد بالامرین اہ نعم  
المزيد من المحقق هو تسلیت السبب و لیس  
بدالک فان سقوط الفرض اعلم مطلقا من  
رفع الحديث فی مقدمته غذیۃ عنہ اماماً فی منحة  
الخاتم انه قد یرتفع الحديث ولا یسقط الفرض  
کو ضؤا الصبی العاقل لما مرض من صدوره ما

تختم ہو جاتا ہے اور فرض ساقط نہیں ہر تاب عجیبے عاقل بچے کا فضور  
کیونکہ ابھی گز رہے کہ اس کا پانی مستعمل ہو جاتا ہے حالانکہ وضو اس پر فرض نہیں۔ ت

میں کہتا ہوں یہ تھیک نہیں کیونکہ حدث کا حکم  
مسئلت کو لاحق ہوتا ہے، علما نے تصریح کی ہے کہ اگر  
کسی مراحت نے جامع کیا یا کسی مراہنہ سے جامع کیا گی تو  
ان کو اخلاق و آداب سکھانے کی غرض سے غسل کا حکم  
دیا جائے گا، خانہ اور غذیہ وغیرہ میں یہی ہے اور دُر  
میں یہ ہے کہ دس سالہ لڑکے کو تادیباً غسل کا حکم دیا جائے گا  
فریض ساقط نہ ہو کیونکہ فرضیت منعدم ہے تو حدث بھی  
منعدم ہے ہو گا کیونکہ اس کا حکم منعدم ہے، اور بنا اس کا  
مستعمل ہونا قریب اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس نے  
حدث کو رفع کیا ہے ورنہ تو ہر بچے کا مستعمل پانی مستعمل  
ہو جاتا اگرچہ وہ عاقل نہ ہو، اور یہ خلاف منصوص ہے  
 بلکہ یہ اس لیے ہے کہ قربت اُسی وقت معتبر ہو گی  
جبکہ وہ اس کی نیت کرے، اور اسی لیے انہوں نے  
بچوں کو عاقل سے میقدار کیا ہے کیونکہ غیر عاقل کی نیت نہیں  
ہوتی ہے، اور ہر گز اگر اس سے ان کا ارادہ وہ ہے  
جو گز راجح میں تو ان کا وہ قول خلاصہ ہے کہ جب  
بچوں طشت میں وضو کرے تو آیا پانی مستعمل ہو گا،  
تو مختار یہ ہے کہ اس وقت مستعمل ہو گا جب بچوں عاقل  
ہوا ہو تو یہ تعمید اُسی چیز کا فائدہ دے رہی ہے

مستعمل اندھہ لارض علیہ اہ  
کیونکہ ابھی گز رہے کہ اس کا پانی مستعمل ہو جاتا ہے حالانکہ وضو اس پر فرض نہیں۔ ت  
**فائق لیس بشئ فان حکم الحدث**  
انما يدحق المكلف وقد نصوا ان مراها حقا جامع  
او مراهقة جومعت انما يو مررت بالغسل  
تخلقا واعتياذا كما في المخانية والغنية وغيرها  
وفي الدري ومربد ابنت عشرة تاديها فحيث  
لويسيقط الفرض لأنعدام الأفراض لم يرتفع  
الحدث إلى الصالانعدام الحكم به أما صيرورته  
مستعمل فليس لرفعه حدثا ولا صار مستعملا  
من كل صحي و لوالحر يعقل وهو خلاف المنصوص  
بل تكونه قربة معتبرة اذا انواها ولذا اقيدة  
بالاعقل لان غيرها لا نية لها والذى صرآن  
اداء به مامر في البحار فهو قوله  
في الخلاصة اذا توضا الصبي في طست هتل  
يصير الماء مستعملا المحار انه يصير اذا  
كان عاقلا اهـ فهذا التعميد يفيد ما قلنا و  
قد قال في الغنية ان ادخل الصبي ميده في  
الماء وعلوان ليس بهما نجس يجوز التوضوء  
به وان شك في طهارةتها يستحب ان لا يتوضأ به  
وان توضا جاز هذا اذا لم يتوضا الصبي به فان

له منجز المخالق على البحر الماء المستعمل  
٢- قاضی خان فیجا بوجب الفضل  
٣- درمحار موجبات الغسل  
کے خلاصۃ العناوین الماء المستعمل

سعید کشمیری کراچی	۹۲/۱
ڈیکشونر لکھنؤ	۲۱/۱
مجتبیانی دہلی	۳۱/۱
ڈیکشونر لکھنؤ	۱/۸

جو بہم نے کی ہے، اور غنیمہ میں فرمایا کہ اگر بچنے پانی میں  
باقاعدہ والا اور یہ علم تھا کہ اس کے باعث پر کوئی نجاست  
موجو و نہیں ہے تو اس پانی سے وضو جائز ہے، اور اس  
کی طہارت میں شک ہے تو مستحب یہ ہے کہ اس  
پانی سے وضو زد کرے اور اگر وضو کی تو جائز ہے، یہ  
اُس صورت میں ہے جب کہ بچنے اُس سے وضو زد کیا ہو  
اور اگر نیت کے ساتھ وضو کیا ہو تو متاخر بن کا اس میں  
اختلاف ہے، اور پسندیدہ قول یہ ہے کہ الگو عاقل  
ہو تو مستعمل قرار پائے گا کیونکہ اُس نے معتبر قربت کی نیت کی  
ہے اور اگر وہ ارادہ کیا ہو نفسِ مخمر میں گزرائے اس سے  
چند سطور قبل تزوہ اور زیادہ واضح اور روشن ہے وہ  
غاییر سے فعل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عاقل بچنے جب

وہ تو کرے اور اس سے پاکی حاصل کرنے کا ارادہ کرے تو جائے کہ اس کی نیت کی اعیز خود ہی فرمایا کہ اس کا قول "برید به الطهیر" اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اگر اس نے نیت تطہیر کی تو پانی مستعمل نہ ہو گا احتیکن بے عیب ہے وہ خدا جو بھولتا نہیں۔ پھر مخمر میں فرمایا اب یہ امر باتفاق رہ گیا ہے کہ آیا سقوط  
فرض اور قربت میں تلازم ہے یا نہیں الخ - ت

اقول انکی مراد یہ ہے کہ قربت ستو فرض کو مستلزم ہے  
یا نہیں؟ کہ تلازم جائزیں سے ہی ہوتا ہے اور کوئی  
عقلمند آدمی یہ سوچ بھی نہیں سکتا ہے کہ سقوط فرض  
مستلزم قربت ہے، کیونکہ وضو میں ناک میں پانی  
ڈالنا اور کل کرنا اور کھانے کے لیے کل کرنا اور اس کے

تفصیل ناویا اختلاف فیہ الساخرون و المختار  
انہ یصیر مستعمل اذ اکان عاقلا لانہ نوی قربۃ  
معتبہ اہ و آن ارادہ ما معرف نفس المنحة  
قبيل هذا بسطور فهو اصرح وابین حيث قال  
نقلا عن الخاتمة الصبحي العاقل اذا تو ضا يزيد  
به التطهير ينبع اذ يصیر الماء مستعملا  
لانه نوی قربة معتبہ ثم افاد بنسداد  
قوله يزيد به التطهير يشير اذ انه اذ لم  
يرد به التطهير لا يصیر مستعملا و لكن  
سبحن من لا ينسى شرح قال في المنحة  
باقى هل بين سقوط الفرض والفرق بـ تلازم  
ام لا

**اقول** مزاده هل القریبة تلزم سقوط  
الفرض ام لافات السلام يكون من الجانبي  
ولا يتوجه عاقل ان سقوط الفرض يلزم القریبة  
فإن الاستثناء في الموضوع والمضمضة فيه  
دللل الطعام ومنه دللوه على الموضوع و أمثلها

بعد گلی کرنا اور وضو پر وضو اور اسکی جیسی دوسری چیزیں  
سب کی سب عبادتیں ہیں میں ان سے کوئی فرض  
ساقط نہیں ہوتا ہے، لیکن انہوں نے عبارت میں  
تساخ سے کام لیا ہے اور انہوں نے گمان کیا ہے کہ  
اس میں انہوں نے فتح اور بھر کی متابعت کی ہے وہ  
دونوں فرمائے ہیں سقوط فرض اور ارتقایع حدث میں تلازم نہیں۔ مخمر میں فرمایا ایک جانب سے تلازم کی لفظ ہے اور  
وہ سقوط فرض کی جانب ہے الجزا

**اقول** لیس كذلك بل التلازم هو اللزوم  
من الجانبيين فسلبه يصدق بالاتفاق اللزوم  
من أحد الجانبيين وهو المراد للفاضليات  
العلامتين وتفسيره باللزوم من أحد الجانبيين  
مفاسد للمعنى اذ يرود السلب عليه يكون المحاصيل  
نق اللزوم من كل الجانبيين و ليس يحيى ولا مروا ما  
وعلى كل فقد السؤال مما يهمنا النظر فيه اذ لو  
ظاهر لزوم الفرض بسقوط الفرض سقط سقوط  
الفرض ايضا كما استفهام رفع الحديث وداد حكم  
الاستعمال على القرابة وحدها كما نسبوه اى  
الامام محمد وان كان المحقق انه لم يخالف  
شيخيه في ذلك كما بينه في الفتح والبحر فرأينا  
العلامة صاحب المنحة قال اذا هوا جاب على اسأل  
فقال ان قلنا ان استفاط الفرض لا ثواب فيه  
فلا وان قلنا فيه ثواب فنعم قال العلام المحقق  
نوح افندي والذى يقتضيه النظر الصحيح

یہ کہتا ہوں بات یہ نہیں ہے بلکہ تلازم کا  
مطلوب یہ ہے کہ لزوم دونوں جانب سے ہو، تو اس کا  
سلب احد الجانبيین سے لزوم کے انتفاء کی صورت میں  
صادق آئے گا اور یہی مراد ہے دونوں فاضل علما کی  
اور اس کی تفسیر أحد الجانبيین کے لزوم کے ساتھ معنی کو  
فاسد کرنے والی ہے، لیکن نکل جب اس پر سلب اور ہر کا  
تو حاصل نہیں لزوم ہو گا دونوں جانبوں سے اور یہ نہ تو  
صحیح ہے اور نہیں مراد ہے، اور بہر فوج ہمیں اس کو ال  
پر غور کرنے ہے کیونکہ اگر قربت اور سقوط فرض کا لزوم  
ظاہر ہو جائے تو سقوط فرض بھی ساقط ہو جائے گا جیسے  
کہ رفع حدث مرتفع ہوا اور حکم استعمال کا دار و مدار  
محض قربت پر ہو جائیگا جیسا کہ فتح ائمہ اس کو امام محمد کی  
طرف منسوب کیا ہے اگرچہ تحقیق یہی ہے کہ ہم ہی شیعین  
کل مخالفت نہیں کیجیا کہ بکرا در فتح میں ہے، علام رضا  
مخمر نے اس سوال کا جواب دیا ہے فرماتے ہیں کہ اگر  
استفاط فرض میں کوئی ثواب نہ مانا جائے تو یہ درست

نہیں، اور اگر کمیں کہ اس میں ثواب ہے تو یہ درست ہے  
علام نوح آفندی فرماتے ہیں نظر صحیح کا تعاضایہ ہے  
کہ راجح پہلا قول ہی ہے کیونکہ ثواب مقصود وضو میں ہے  
اور وہ شرعاً عضاء شاش کے دھونے اور سر کے مسح کو  
کہتے ہیں، تو یہ عضو کا دھونا شرعی وضو نہیں ہے تو  
اس پر ثواب کیسے ہو گا! یا ان یہ کہا جا سکتا ہے کہ ثواب  
کسی ایک عضو کے دھونے کا ثواب موقوف رہے گا  
مکمل وضو کرنے پر اب اگر مکمل کرنے کا تو ہر عضو کے  
دھونے پر ثواب پائے گا ورنہ نہیں۔ اس کی دلیل مسلم  
کی روایت ابو ہریرہؓ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا جب مسلمان یا مؤمن و نور کرتا ہے الحیرث الذی قد مناہ اعد جو حدیث ہم پختے بیان کرچکے) ت  
میں کہتا ہوں اولاً فسیرۃ کے سقوط

فرض کو لازم ہونے کے کوئی معنی نہیں، خواہ ہم یہ کمیں  
کہ ثواب ثابت ہو گا اس قساط فرض میں، کیونکہ ثواب  
بلانیت کے نہیں ہتا اور فرض کا سقوط نیت پر موقوف  
نہیں ہے تو حق یہ ہے کہ اُن دونوں میں تموم من وجہ  
مطلق ہے، اور اگر وہ رحمہ اللہ و توں تعبیروں کے فرق  
کو دیکھتے، یعنی سقوطاً اور اسقاط تو ان کو معاوِم ہوتا کہ  
ثواب نیت سے ہوتا ہے جو استطاعت سے محفوظ ہوتی  
ہے اور سقوط اس پر موقوف نہیں۔

شاید اب ضعیف کو اس امر میں کلام کئے گئے ثواب  
موقوف ہے طمارت کے مکمل ہونے پر بلکہ ثواب موقوف ہے  
حکم ماننے کی نیت پر جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان الراجح هو الاول لأن الثواب في الوضوء المقصود  
وهو شرعاً مباحة عن غسل الأعضاء الثالثة  
ومسح الرأس فضل عضو منها ليس بوضوء شرعاً  
فليكتسبا بعلييه اللهم إلا أن يقال إنه يتاب  
على غسل كل عضو منها ثواباً موقفاً على الاتمام  
فإن أتمه أثبت على غسل كل عضو منها والاغتسال  
ويدل عليه ما أخرج مسلم عن ابن هشيم  
الله تعالى عند قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم اذا توضاً العبد المسلم او المؤمن  
إذا خر الحديث الذي قد مناه -

### اقول اولاً لامعنى للزوم القرابة

سقوط الفرض وان قلتنا بثبوت الشوابا فـ [net](http://net)  
اسقط الفرض اذا لا ثواب الا بالنية وسقط  
الفرض لا يتوقف عليها فالحق ان بينهما  
عموماً من وجد مطلقاً و لونه رحمة الله  
تعالى الى فرق ما بين تعييريه بالسقوط والاستغاثة  
لتنبيه لان الثواب ان كان لم يكن الا بالقصد  
المدلول عليه بالاسقط والسقوط لا يتوقف  
عليه وشأنني للعبد الضعيف كلام فـ

توقف الشواب في الطهارة على الاتمام بل  
الثواب منوط بنينة الامثال كما قال رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انما الاعمال بالنية

نے فرمایا "بیشک اعمال کا دار و مدار غیرتوں پر ہے اور  
ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے، تو بوجنس  
اپنے رب کے حکم کو مانتے کے لیے وضو کرنے بھی پھر  
درمیان میں کوئی ایسا امر لاتی ہوا کہ وہ وضو مکمل نہ  
کر سکتا تاہم یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ جو کچھ وہ کر چکا ہے  
اس س پاس کو ثواب نہیں ملے گا، اندھا چھے کاموں کا  
اجر برپا نہیں کرتا، ہاں الگسی نے شروع سے ہی نیت  
کی کہ وہ بعض اخضاہ کو دھوئے گا، تو یہ ہے جس پر یہ عراض  
وارد ہو گا کہ اس نے وضو شرعی کا ارادہ نہیں کیا ہے بلکہ  
وہ ایک ایسا کام کر کے جو شرعاً غیر معتبر ہے عبث کر رہا ہے  
اور بوجس عبث کرتا ہو اس کو ثواب نہیں ملے گا، بخلاف  
اس کے جس کا وصف ہم نے پہلے بیان کیا، اور مجھے لگتا ہے  
کہ اسی عبث کو سڑاک طرح ہے، شخص جس نے شرعی وضو کا ارادہ کیا  
اور بعض اعمال کے پھر وہ منو کو بلا عندرنا مکمل چھوڑ دیا کیونکہ  
اللہ نے قطع کو ابطال قرار دیا ہے، اندھہ فرماتا ہے "تم  
اپنے اعمال کو باطل نہ کرو" اور باطل کا کوئی حکم نہیں اللہ  
تعالیٰ اعلم۔

شانی یہ کہ خطاؤں کا مٹ جانا اگر ثواب نہیں ہے  
تو اس کا ذکر حدیث میں بالحل نہیں ہے اور اگر ثواب ہے تو  
حدیث کا حکم یہ ہے کہ ہر فعل کا ثواب اس فعل کے  
واقع ہو جانے کے وقت مرتب ہو گا، اور اس میں اس

و اندھا کل امریٰ مانوی فمن جلس یتوضاً ممثلاً  
لامربیه ثم عرضن له في اشائة ما منعه عن  
اتمامه عکیف یقال لایثاب علی ما فعل والله لا  
یضیع اجر المحسنین لهم فَعَمَّ مِنْ فَوْيَ مِنْ بَدْءٍ  
الامرانہ لا یأق الالا بالبعض فهذا الذی یوبد عليه  
انه لم یقصد الوضوء الشرعی بل هو عابث بقصد  
ما لا یعتبر شرعاً والعباث لایثاب بخلاف من  
قد منا وصیفه ویتراءی فی ان مثل ذلك الغا  
من قصد الوضوء الشرعی واق ببعض الاعمال  
ثم قطع من دون عذر فان الله تعالى سعى لقطع  
ابطالاً اذ يقول عز من قائل ولا تبطلوا اعمالكم  
و الباطل لا حکم له والله تعالى اعلم وثالثا  
محى الخطأ يان لويك ثوابا فلان ذكر له في الحديث  
اصلاً و انكاب فالحاديث حاکم بعوبت ثواب كل  
فعل فعل عند وقوعه ولا دلالة فيه على توقف  
الإثابة إلى انت يتم وبالمجملة فلا إغفاء ل أحد  
من القرابة والسقوط عن الآخر بخلاف الرفع  
والسقوط فلا وجده للنثليث ثور رأيت العلامة  
ش اشار الى هذافي رساله شخارحيث قال رفع  
الحدث لايتحقق الا في ضمن القرابة او سقط  
العرض او في ضمنهما فيستغنى بهما عنہ لهم

امیر دبیل نہیں کہ قربت تمام پر موقوف ہو گا، اور خلاصہ یہ کہ قربت اور سقوط میں کسی بھی دوسرے بینیازی نہیں بخلاف رفع اور سقوط کے تو تسلیث کی کوئی وجہ نہیں، پھر میں نے علامہ شش کو دیکھا کہ انہوں نے رد المحتار میں اس طرف اشارہ کیا، فرمایا رفع حدث قربت کے ضمن میں محقق ہوتا ہے یا استفاط افرض کے یاد و ذوق کے ضمن میں متحقق ہوتا ہے، تو ان دونوں سے اس میں بینیازی حاصل کی جائے گی (اعت)

میں کہتا ہوں مجھ پر یہ ظاہر نہیں ہوا کہ رفع حدث  
قربت کے ضمن میں کیمی متحقق ہو گا بنیہ فرض کے سقوط کے بیان  
مکمل کر کر دوسرا تسلیث جس کی طرف اس علامہ نے اشارہ  
کیا ہے صحیح قرار پائے، بلکہ جب بھی حدث مرتفع ہو گا  
اس سے فرض ساقط ہو گا، جیسا کہ مخہم میں اس کا اعتراض  
کیا ہے، تو اگر اس کی طرف مائل ہوں جو ہم نے پہلے  
اکٹ سے نقل کیا ہے یعنی عاقل بچکا وضو، جب عاقل بچکا  
نیت کے ساتھ وضو کرے تو حدث قربت کے ضمن میں

**اقول** لم يظہر لی کیف یتحقیق رفع الحدث  
فِضْمَنِ الْقُرْبَةِ مِنْ دُونِ سُقُوطِ الْفَرْضِ حَتَّى  
يَصُحُّ هَذَا التَّشْلِيْثُ الْأُخْرَالِذِي ذَكَرَهُ الدِّيْنَاءُ  
بِلِ كُلِّ مَا رَفَعَ الْحَدِيثُ لَزِمٌ مِنْ سُقُوطِ الْفَرْضِ كَمَا  
اعْرَفْتُ بِهِ فِي الْمَنْحَةِ فَإِنْ جَنَحَ إِلَى مَا قَدَّمْتُ  
عَنْهُ مِنْ مَسْأَلَةٍ وَضَرَّهُ السَّبْعُ الْعَاقِلُونَ إِذَا  
تَوَضَّأَ نَاهِيَا غَفْرَدْ تَحْقِيقَ رَفْعِ الْحَدِيثِ فِي ضْمَنِ  
الْقُرْبَةِ مِنْ دُونِ سُقُوطِ الْفَرْضِ.

مرتفع ہو جائے گا مگر فرض ساقط نہ ہو گا۔ (ت)

میں کہتا ہوں اولًا تم اس کا بطلان حبان  
چکے ہو۔

شانیا اگر یہ مان دیا جائے تو لازم آئے گا کہ رفع  
حدث متحقق ہو بلکہ قربت کے، اور نہ فرض کا سقوط ہو  
جب بچکا بلانیت وضو کرے، کیونکہ رفع حدث معانی  
نیت نہیں ہوتا بلکہ قربت بلانیت نہیں پائی جاتی ہے  
اس صورت میں اصل مقصود ہی ختم ہو جائے گا اور وہ  
تسلیث عور درآئے کی جس کو محقق نے ذکر کیا ہے، تو

صحیح وہی ہے جس کو میں نے ذکر کیا کہ رفع حدث کو سقوط فرض لازم ہے، پس یہ اس سمجھے بینیاز کرنے والا ہے (ت)

**پھر میں کہتا ہوں اگر محقق علی الاطلاق**

صاحبہ رای کے کلام پر توجہ دیتے تو تسلیث سبب  
کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور جو عام کتب اور متون سے

**فائقوْل اَوْلًا** قد عدلت بطلانه  
**وَثَانِيَا اَنْ سَلَمَ هَذَا يَلْزَمُ اَنْ یَتَحْقِّقَ سَرْفُهُ**  
الْحَدِيثُ مِنْ دُونِ قُرْبَةٍ وَلَا سُقُوطُ الْفَرْضِ إِذَا  
تَوَضَّأَ الصَّبُّعُ غَيْرَنَا وَلَا تَرْفَعُ الْحَدِيثُ لَا يَفْقَرُ  
إِلَى الْتَّيْبَةِ وَالْقُرْبَةِ لَا تَوْجَدُ بِدُونِهِ لَا يَحْتَذِنُهُ  
يَنْهَدِمُ مَا أَصْلَى الْمَرَادُ وَيَعُودُ التَّشْلِيْثُ الْذِي  
ذَكَرَ الْمَحْقُوقُ فَالصَّوَابُ مَا ذَكَرْتُ اَنْ رَفْعُ الْحَدِيثِ  
يَلْزَمُهُ سُقُوطُ الْفَرْضِ فَقِيمَهُ غَيْرَهُ عَنْهُ۔

صحیح وہی ہے جس کو میں نے ذکر کیا کہ رفع حدث کو سقوط فرض لازم ہے، پس یہ اس سمجھے بینیاز کرنے والا ہے (ت)

**ثُرَا قُول** دُونَ الْمَحْقُوقِ عَلَى الْاَطْلَاقِ

حَانَتْ مِنْهُ الْتَّفَاصِيدُ هَنَا إِذَا كَلَامُ مَشْرُوهِ حَمَدَهُ  
الْهَدَايَهُ لِمَا جَنَحَ إِلَى تَشْلِيْثِ السَّبْبِ وَلَظَهَرَ

اعتراض ہوتا تھا اس کا جواب بھی ظاہر ہو جاتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحب بہاری نے مسئلہ میں یہ تعبیر کی ہے کہ وہ پانی جس سے حدث زائل کیا گیا ہو یا بالظہ قربت استعمال کیا گیا ہو، اور دلیل میں فرمایا کہ استھاط فرض بھی مرثہ ہے تو فساد دونوں امرؤں سے ظاہر ہو گا اس سے معلوم ہوا کہ زوال حدث سے مراد سقوط فرض ہے اور دونوں کا نتیجہ ایک ہی ہے اور اس میں شک نہیں کہ فرض کا سقوط ایک عضو سے زکر دوسرے عضو سے، بلکہ بعض عضو سے زکر دوسرے بعض سے ثابت محتبس ہے اگرچہ اس پر اتفاق حدث کے احکام مرتب نہیں ہوتے ہیں اور جیسا کہ میں اشارہ کر چکا ہوں یہاں فروع میں اس صورت کو بھی شامل ہے جبکہ پوری طرح طہارت کی یا کچھ اعضا و ہوئے بلکہ اپنے ایک عضو کا حصہ وصولیاً تو زستیلیث ہو گی اور نہ عدم تجزی کا اعتراض ہو گا، اس کی تجزیت مخدی میں علامہ نوح آفندی کی اس تجزیت سے منقول ہے جو درکے حاشی میں منقول ہے اور جو حاشی مجمع میں شیخ قاسم سے منقول ہے کہ حدث کا اطلاق دو معنی میں ہوتا ہے، ایک تو یہ کہ جو حیز بلا طہارت جائز نہ ہو اس کی شرعی مانعت، اور یہ حیز ابوحنینہ اور ان کے صاحبین کے درمیان بالاتفاق

له الجواب ایضاً عمماً اعتراض بد کلام العاصمه و الستون وذلك ان الاما من صاحب الهدایۃ قدس سره عبرى المسألة بما اذيل به حدث او استعمل قوله وقال في الدليل اسقاط الفرض مؤثراً ايضاً في ثبت الفساد بالآخرین فاقادات المراد بزوال الحدث هو سقوط الفرض و انت موذا هما همنا واحد لا شك ان سقوط الفرض عن عضو دون عضو بدل عن بعض عضو دون بعضه الاخر ثابت متحقق و ان لم يرتب عليه احكام اارتفاع الحدث وهو كما قد مت الاشارة اليه في بيان الفروع ليشمل ما اذا انتهى كاملاً او غسل شيئاً من اعضائه بدل عضوه فلا تشليث ولا اعتراض بعدم التجزي و تحقيقه ما اعاده في النتيجة نقل عن العلامة نوح افندى فحوائی الدر من نقل عن الشیخ قاسم في حواشی المجمع ان الحدث يقال بمعنىين المانعية الشرعية عملاً يحل بدون الطهارة وهذا لا يتعجز بلا خلاف عند ابی حنيفة وصاحبہ وبمعنى النعasa الحكمية وهذا يتجزء بشوتا و اارتفاعاً بلا خلاف عند ابی حنيفة واصحابہ

---

اوقل پیٹ کے متعلّق امام ابوحنینہ ماتحت صاحبیہ تینیہ کا صینہ ذکر یا  
کیونکہ بعض مشایع نے بھس جنبی کو قرأت کے لیے کوئی  
(باقی اگلے صفحہ پر)

عده اقوال قال فی الاول عند ابی حنيفة و  
صاحبہ لان من المشائخ من قال بتجزیہ

وَصِيرُورَةِ الْمَاءِ مُسْتَعْدِلًا بِازْلَةِ الثَّانِيَةِ فَفَفَ  
مَسَالَةُ الْبَرُّ سَقْطُ الْفَرْضِ عَنِ الرِّجَلَيْنِ بِلَا خَلَافٍ  
وَالْمَاءُ الَّذِي اسْقَطَ الْفَرْضَ صَارَ مُسْتَعْدِلًا بِلَا  
خَلَافٍ عَلَى الصَّحِيحِ أَهْدَى قَالَ الْعَلَمَةُ نُوحٌ هَذَا  
هُوَ الْحَقْيَقَةُ فَنَاهِيٌ بِالاِخْدَاعِ حَقِيقَةٌ أَهْدَى  
أَوْ رُؤْيَاٰنِي بِإِسْتِعْدَالِ طَفْرَضِ مِنْ أَسْبُلِ الْمُسْتَعْدِلَيْنِ كَمَا  
عَلَمَهُ نُوحٌ أَفْنَىٰ نَفْرِيَاٰتِيَّتِي بِيْهِ أَوْ رَأَيِّيَّتِي بِيْهِ أَهْدَىٰ (ت)

**أَقُولُ بِلَا إِخْتَارٍ فِي غَايَةِ الْبَيَانِ ثُمَّ النَّهَرُ**  
ثُمَّ الدَّرَانِ حَقِيقَةً الْحَدِيثُ هُوَ الْمَعْنَىُ الْمُشَافِ  
قَالَ فِي الْبَحْرِ بِعَلَى الْفَتْحِ الْحَدِيثِ مَانِعَيْةُ شَرِيعَةِ  
فَائِسَةُ الْأَعْصَاءِ إِلَى غَايَةِ اسْتِعْدَالِ الْمُزَيلِ أَهْدَى  
قَالَ فِي النَّهَرِ وَتَبِعَهُ الدَّرُّ هَذَا تَعْرِيفُ الْحُكْمِ  
وَعَرَفَهُ فِي غَايَةِ الْبَيَانِ بِإِنَّهُ مَسْفُ شَرِيعِي يَحْدُلُ  
فِي الْأَعْصَاءِ يَزَيلُ الظَّيَّاسَةَ قَالَ وَحْكِمُهُ الْمَانِعَيْةُ  
لَا جَعَلَ الطَّهَارَةَ شَرْطَ الْهَاجَةِ وَنَفَرَفَيْهِ شَفَّالًا  
عَنْ حَاشِيَّةِ الشَّيْخِ خَلِيلِ الْفَسَالِ عَامِنِيَّا بِالْبَعْضِ  
الْفَضْلَاءِ بِإِنَّ حُكْمَ الشَّيْخِ مَا كَاتَ أَثْرَ الْهَاجَةِ خَارِجًا  
(بَقِيرِ حَاشِيَّةِ صَفَرِ الْجُونِيِّ شَشَةَ) حَتَّى إِجَازَ الْجَنْبِ الْقَرَاءَةِ  
بَعْدَ الْمُضَنَّضَةِ وَالْمُحَدَّثِ الْمَسِّ بَعْدَ غَسْلِ  
الْيَدِ وَقَالَ هَمَنَا وَاصْحَابَهُ لَا تَجْزِي هَذَا كَا  
خَلَافٍ فِي دِيدِ عَنْ مَا يَعْتَدُ أَهْدَى مَنْهُ دَعْفَ اللَّهِ  
تَعَالَى عَنْهُ -

لِهِ مِنْهُ الْمُخَالَقُ عَلَى حَاشِيَّةِ بِرَّ الْأَرَاقَ بِحْثُ الْمَاءِ الْمُسْتَعْدِلُ أَيْمَنُ سَعِيدِ كَبِيْرِيِّ كَرَاجِيٍّ ٩٢/١

لِهِ بِرَّ الْأَرَاقَ يَابُ شَرْوَطِ الْصَّارَةِ سَعِيدِ كَبِيْرِيِّ كَرَاجِيٍّ ٢٦٤/١

لِهِ دَرِمَنَارَ كِتَابُ الطَّهَارَةِ مُعْتَبَرِيِّ دَبِيلٍ ١٦٩/١

جستہ ہوئے نظر کی ہے، اور اس کو بعض فضلا، کی طرف مسوب کیا ہے کہ ہر چیز کا حکم اس کے اثر کو کتے ہیں جو اس سے خارج ہو اور اس پر مرتب ہو اور مذکورہ مانعیت اس قسم کی نہیں ہے، اور حدث کا حکم تریخی ہے کہ اس کے ساتھ نماز درست نہیں ہوتی اور صحت کو نہیں چھوڑا جاسکتا ہے اور اسی قسم کے دوسرے احکام، تو تعریف بالحکم اس طرح ہو سکتی ہے کہ حدث وہ چیز ہے جس کے ساتھ نماز درست نہیں ہوتی اس نے فرمایا کہ علاوہ ازیں تعریف بالحکم فتحہ کے تزویج مستعمل ہے کیونکہ احکام ہی سے وہ بحث کرتے ہیں اس اور طرف سے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور "مانعیت" پر فرمایا کہ اس کا نماز سے مانع ہونا اور صحت کے چھوٹے سے مانع ہونا ہے اور اظہر یہ ہے کہ کہا جائے کہ یہ مانع شرعی ہے امّت

عند معتبر باعلیٰ والمانعیة المذکورة ليست كذلك  
وانما حکم الحدث عدم صحة الصلاة معه وحرمة  
من المصحف ونحو ذلك فالتعريف بالحكم  
كان يقال الحدث ما لا تصح الصلاة معه تأمل  
أه قال ش على ان التعريف بالحكم مستعمل عند  
الفقهاء لأن الأحكام محل موافق انتظاره  
اه وقد أشار إلى سلط وقال على قوله مانعية  
إى كونه مانعا من الصلاة ومن المصحف و  
الاظهارات يقال مانع شرعاً  
مستعمل ہے کیونکہ احکام ہی سے وہ بحث کرتے ہیں اس اور طرف سے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور "مانعیت" پر فرمایا کہ اس کا نماز سے مانع ہونا اور صحت کے چھوٹے سے مانع ہونا ہے اور اظہر یہ ہے کہ کہا جائے کہ یہ مانع شرعی

[www.alahazratnetwork.org](http://www.alahazratnetwork.org)

میں بتوفیق الہی کہتا ہوں معتبرین کے بھر پر اعراضات گھرائی سے خالی ہیں، کیونکہ ان کی بنیاد اس پر ہے کہ بھر کی تعریف غایر کی تعریف سے مختلف ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں کیونکہ مانعیت بعین حال ہے اس سے قطع نظر کرد وہ صفات منفرد میں سے نہ ہوئی کی بنا پر اپنے موضوع کے ساتھ قائم نہیں ہوتی، اس کا اعضا، کے ساتھ قیام باعکل ہوتا ہے سی نہیں کیونکہ اعضا مانع نہیں تاکہ ساتھ مانعیت قائم ہو اور عین تسبیت کے لیے وہ شے جس کا کسی مانع شرعی کی طرف انتساب ہو

اقول وبالله التوفيق كلام المعتبرين  
على البحر كله بمعزل عن عرض العصر فان مبنية  
طرائعات تعريف البحر غير تعريف الغاية  
ولا دليل عليه فان المانعية بمعنى الحال  
فضلا عن كونه مما لا فيام له بموضع عدم  
كونه من الصفات المنضمة لاقيام لها  
باعتضا اصلاحاتها غير مانعة حق تكون  
لها مانعية وبمعنى النسبة اى شئ له انتساب  
إلى مانع شرعى صادق قطعا على ذلك الوصف

یہ قطعاً اس وصفت شرعی پر صادق آئی ہے جو اعضاً میں حلول کرتا ہے اور ان کی طبارت کو زائل کرتا ہے اس لیے کمانع وہ خطاب شرعی ہے، اور اس کی قدر مفسوب وہ چیز ہے جس کی وجہ سے خطاب وارد ہوا، اور وہی بوجاستِ علکی ہے، اور وہ بعینہا وہ وصفت ہے جو اعضاً کے ساتھ قائم ہے تو تعریف غایرہ والی تعریف کی طرف لوٹ آتی تو کوئی خلاف نہیں اور نہ خلف ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ معنی علی الاطلاق کے ساتھ گرد مختصر ہے جلیل نے حلیہ میں حدث کی تعریف اس طرح کی ہے کہ وہ ایک وصف علکی ہے کہ شرعاً نے اعضاً کے ساتھ اس کے قیام کا اعتبار کیا ہے، اور یہ جنابہ، حیض، نفاس، پیشاب اور پانہ نہ وغیرہماں فرض و ضرور کے باعث ہوتا ہے، اور یہ چیز نماز کے قریب جانے سے مانع ہوتی ہے، یا جو چیز نماز کے حکم میں ہو، یہ مانع اس وقت تک رہتی ہے جب تک یہ وصف اُس شخص کے ساتھ قائم رہے، یہاں تک کہ وہ اس چیز کو استعمال کرے جو اس کو زائل کرنے والی ہے اور یہ تعریف جیسا کہ آپ دیکھتے میں اُسی چیز کا بسط ہے جس کا اجمال ان کے شیخ محقق تے کیا ہے اور یہ بعینہ وہی تعریف ہے جو غایرہ میں ہے، اور اگر مانع شرعی کہتے جیسا کہ علام طُ نے فرمایا اس کا کبھی ماحصل سی ہے کیونکہ وہ وصف شرعی بوجاست ہے مانع شرعی ہے اس معنی کے اعتبار سے کہ یہ وہ چیز ہے جس کی وجہ سے منع ہے، اور

الشرعى الذى يحل بالاعضا، فيزيد طهراً لأن المانع هو الخطاب الشرعى والمنتسب إليه ما لا جله ورد الخطاب وهو التجاود الحكيمية وهي بعيدتها ذلك الوصف القائم بالاعضا، فترجم التعريف إلى تعريف الغاية فلا خلاف ولا خلف آلا ترى ان تلميذ المحقق على الاطلاق اعني المحقق الحلبى عرف الحديث في الخلية به الوصف الحكيم الذى اعتبر الشارع قياماً بالاعضا مسبباً عن الجناة والحيض والنفاس والبول والغائط وغيرهما من نواهن الوضوء، ومن من قربان الصلاة وما في معناها من حال قيامه بين قام به إلى غاية استعمال صراحته شيخه المحقق وما هو إلا عين ماعزت لما جمله شيخه المحقق وما هو إلا عين ماعزت بهف الغاية ولو قال مانع شرعى كما استظاهه العلامة طلكان أيضاً مرجعه إلى ذلك لأن ذلك الوصف الشرعى وهي التجاود مانع شرعى بمعنى مالاجله المنع واستعمال المانع بهذل المعنى شائم ذالم غيران المحقق ابقاً على حقيقة فاق بالتنبيه فلا وجه وجيه للاستظهار ثم من اوضح دليل عليه ان البحر مختلف في هذا الحد من مناهل فتح القدير كما ذكره في سرد المحثار وقد قال المحقق في

مانع کا استعمال اس میں مبالغہ و ذات ہے، البتہ محقق نے اس کو اس کی حقیقت پر باقی رکھا ہے تو قبضت کو لائے ہیں تو استظہمار کی کوئی معقول وجہ نہیں، پھر اس پر واضح ترین دلیل یہ ہے کہ بھرنے بھی اس تعریف میں فتح القیری سے استفادہ کیا ہے، جیسا کہ اس کو رد المحتار میں ذکر کیا ہے اور محقق نے فتح میں ابویوسف اور حسن کی ابو حنیفہ سے روایت پر استدلال کیا ہے کہ مستقل پانی نجاست غلیظ ہے یا نجاست خفیض ہے، جس روایت میں اس کو نجاست قرار دیا گیا ہے وہ قیاس کی بنیاد پر ہے اس قیاس کی اصل وہ پانی ہے جو نجاست حقیقی میں مستقل ہو، اور اس کی فرع وہ پانی ہے جو نجاست عکیب میں مستقل ہو، اور علیہ جامعہ نجاست میں استعمال ہے بنا کر تے ہوئے کہ وصف حقیقی ثبوت نجاست میں لغتہ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حقیقی کا مفہوم یہ ہے کہ اس نجاست سے ایسا جسم متصنف ہو جو بنفسہ مختلف سے مستقل ہو رہی نہیں کہ وصف نجاست حقیقت ایسے ہی جسم کے ساتھ قائم ہوتی ہے اور اس کے غیر میں مجاز ہے، بلکہ اس کے حقیقی میں ایک میں اس جسم میں اور حدث میں اس یہ کہ ہمیں تحقیقی طور پر جو معنی معلوم ہیں وہ یہ میں کہ وہ ایک شرعاً اعتبار ہے کہ جب تک وہ موجود ہو تو شارع نے اس کو جو اس کے ساتھ متصنف ہونا زویہ کے قریب جائے سے منع کیا ہے تا وقٹیکہ وہ اس میں پانی کو استعمال

الفتح مستدل لرواية الحسن وابي يوسف عن الامام الاعظم امام الحاء المستعمل نجسا مغلظا او مخفقا صافيه وجده رواية المخasse في اس اصله الماء المستعمل في الجواسة الحقيقية والفرع المستعمل في الحكمة بجامع الاستعمال في الجواسة بناء على العاشر وصف الحقيق في ثبوت الجواسة وذلك بذات معنى الحقيق ليس الا تكون الجواسة موصوفا بها جسم مستقل بنفسه عن المكلف لا ان وصف الجواسة حقيقة لا تقوم الا بجسم كذلك وفي غيرها محباز بل معناها الحقيق واحد في ذلك الجسم وفي الحديث لانه ليس المتحقق لاما من معناها سوى أنها اعتبار شرعاً من الماء الشامي من قربان الصلاة واجب وحال قيامه فمن قام به الى غاية استعمال الماء فيه فإذا استعمله قطع ذلك الاعتبار كل ذلك ابتداء للطاعة فاما ان هناك وصفاً حقيقياً عقلياً او محسوساً فلاؤمن ادعاً لا يقدر في اثباته على غير الدعوى ويدلل على انه اعتبار اخلاقي منه باختلاف الشرائع الاتى ان الخمر محظوظ بجواسة في شريعتنا بطلها مرتد في غيرها فعد اندالیست سوى اعتبار شرعاً الزم معه كذلك غاية كذلك ابتداء وفي هذا الا تفاوت بين الدليل

وَالْحَدِيثُ فَانَّهُ إِصْنَابُ الْأَنْفُسِ ذَلِكَ الْأَعْتَبَا  
اَهْ فَهَذَا اَنْضَرْ صَرِيفٍ فِي اَنْ تَكُونُ الْمَانِعَيْةُ الشَّرِيفَةُ  
الْمَغْيَاةُ اَلِى اَسْتَعْمَالِ الْمَزِيلِ لِيُسْتَ اَلْجَاسَةُ  
الْحَكِيمَيْةُ فَاتَّخَدَ التَّعْرِيْفَانَ -

نہ کرے، جب وہ پانی استعمال کرنے کا تو وہ اعتبار ختم ہو جائے گا، یہ سب طاقت کی ابتلاء ہے، رہی یہ بات کہ یہاں کوئی وصف عقل حقیقی یا محسوسی ہے، تو ایسی کوئی بات نہیں، اور جو اس کا دعویٰ کرتا ہے تو محسن دعویٰ ہی ہے، اور اس کے اعتباری ہونے کی دلیل ہے کہ یہ شریعتیوں کے مختلف ہوتا رہتا ہے، مثلًا شراب ہماری شریعت میں ناپاک ہے اور دسری شریعتوں میں پاک ہے۔ اس سے معلوم ہو اکر یہ نجاست محسن شرعی اعتبار ہے، اتنی سے اتنی مدت تک کے لیے لازم کیا گیا ہے ابتلاء، اور اس میں خون اور حادث میں کرنی تھا تو نہیں کونکر یعنی دلیسا ہی اعتبار ہے احتقری اس امر میں نص صریح ہے کہ یہ مانعیت شرعیہ جس کی انسما مُزیل کا استعمال ہے، نجاست حکیم یعنی ہے قدومنی تعریفیں متعہ ہو گئیں۔ ت

پھر میں کہتا ہوں تعریف بالحکم سے مراد اگر یہ کہ حکم کو معرفت بنادیا جائے کہ وہ معرفت پر مبنیوں ہو تو نہرا در کا اعتراض رفع ہو جائے گا، کیونکہ مانعیت بالمعنی الہذا کو رعنی نجاست حکیم کے معنی میں، حدث پر مرتقب ہونے والا اثر نہیں ہے، یعنی وصف شرعی کے معنی میں بکھر یہ وہی ہے جیسا کہ تم نے پہچانا۔ اور اس صورت میں مجیب کا یہ قول درست نہ ہو گا کہ تعریف بالحکم مثلاً کہا جائے کہ حدث وہ ہے کہ جس کے بعد تھے نماز درست نہ ہو کیونکہ وہ جس کے بعد تھے نماز صحیح نہ ہو، یہ حکم نہیں ہے بلکہ حکم جس اکابر ہوئے اعتراف کیا عدم صحبت ہے، اور اس سے انہوں نے تعریف نہیں کی ہے، اور تعریف بالحکم اس صورت میں ہوتی جب یہ کہا جاتا کہ حدث نماز کا صحیح نہ ہوتا ہے، اور آ وَسَّ کا جواب بھی اس صورت میں مکدر ہو جائے گا کہ اس قسم کی تعریف فہما کے

ثُرَا قُولُ التَّعْرِيْفَ بِالْحُكْمِ اَنْ اَرِيدُ  
بِهِ اَنْ يَجْعَلَ الْحُكْمَ نَفْسَ الْمَعْرِفَةِ بِجَهَىِ  
يَحْصُلُ عَلَى الْمَعْرِفَةِ فَنَعَمْ يَسْقُطُ اِبْرَادُ النَّهْرِ  
وَالدَّرْفَانُ الْمَانِعَيْةُ بِالْمَعْنَى اَلْمَنْ كَوَادُ وَجْهِي  
الْجَاسَةُ الْحَكِيمَيْةُ لِيُسْتَ اَثْرًا مُتَوَبِّاً عَلَى الْحَدِيثِ  
بِمَعْنَى الْوَصْفِ الشَّرِيفِ بِلِهِ هُوَ كَمَا عُرِفَ وَهَمْ  
لَا يَسْتَقِيمُ اِيْصَاقُولُ السَّجِيبُ اَنَّ التَّعْرِيْفَ بِالْحُكْمِ  
كَانْ يَقَالُ هُوَ مَا لَا تَصْحُ الْصَّلَةُ مَعَهُ فَإِنْ  
مَا لَا تَصْحُ لِيُسْ حَكَمًا بِلِ الْحُكْمِ كَمَا اعْتَرَفَ عَدْمُ  
الصَّحَّةِ وَلَا يُعْرَفُ بِهِ وَأَنَّمَا يَكُونُ تَعْرِيْفًا بِالْحُكْمِ  
دُوْقِيْدُ الْحَدِيثِ عَدْمُ صَحَّةِ الْصَّلَةِ وَيَتَكَبَّرُ  
إِيْصَاقُولُ الْمَوْرَدُ وَأَنَّ اَسِيدَ بِهِ اَنْ  
لَا حُلُلُ الْاَشْعَاعِ الْمُؤْرَدُ وَأَنَّ اَسِيدَ بِهِ اَنْ

یہاں مستعمل ہے، کیونکہ ان کے سامنے مستعمل تعریف میں حکم کا نہ کرہ ہے تیر کہ اثر کو موڑ پر محو کر لیا جائے، اور اگر اس سے یہ ارادہ کیا جائے کہ محدود کو بذریعہ حکم میری کیا جائے یعنی یہ کہا جائے کہی ہے جو یہ اثر رہا ہے تو اس صورت میں مجیب کی یہ مثال جو انہوں نے تعریف بالحکم کے لیے پیش کی ہے درست قرار پائے گی، مگر اس وقت ان کا اصل جواب تم ہو جائے گا، یعنی یہ کہ ما نعیت حکم نہیں ہے کیونکہ تعریف بالحکم اس صورت میں نہیں ہے کہ محو کر یعنی حکم ہو، بلکہ یہ ہے کہ جس میں حکم مذکور ہو، اور یہ تعریف مذکور میں قطعاً موجود ہے، کیونکہ یہ تعریف اس پر مشتمل ہے کہ مختلف کو مخصوص اشیاء سے روکنا جب تک کہ یہ وصف اس کے ساتھ قائم رہے۔ اب ہم اعتراض کی طرف آئے ہیں، اسکی صورت اور بھی یادہ غلط اور ساقط ہے کیونکہ معترضین نے جو تعریف اختیار کی ہے وہ تعریف بھی تعریف بالحکم سے خالی نہیں ہے، کیونکہ وہ بھی اس میں زوال علمارت کا استعمال کرتے ہیں، اور وہ اُس وصف شرعی پر مرتب ہونے والا رہے، ایسی صورت میں دونوں تعریفوں پر جو اعتراض ہے اُس کے جواب میں ڈ اور سش نے جو تقریر کی ہے وہ کافی ہے، اور خلاصہ یہ کہ دونوں تعریفوں میں تغایکاً قول کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے، اور نہ رادر در کا اعتراض درست نہیں ہے اور فال نے جو جواب بعض فضلا کی طرف سے دیا ہے وہ غلط اور غلط سے خالی نہیں ہے۔ اب اُس پچھے معنی پر گفتگو باقی رہ گئی جو علامہ قاسم نے ذکر کئے ہیں، اور یہ معنی دوسرے معنی سے کس طرح مختلف ہے۔ (ت)

میں کہا ہوں مانع شرعی یعنی جس کی وجہ سے منع ہے وہ نجاست مکر ہے، اور جو اس کی طرف منتپ ہے وہ مختلف کا اُس کے ساتھ ملتبس ہونا ہے، اور

یہی المحدود بذریعہ الحکم بان یعطی انه الذی یوْثَرُ هذَا الاضْرَافَ نعم یستقیم تمثیل الحجیب التعریف بالحکم بنا ذکر لکن یسقط اصل جوابه بان المانعیة لیست حکما فان التعریف بالحکم لیس اذن ان یکون المحصول عین الحکم بل ما ذکر فیه الحکم و هو حاصل ف التعریف المذکو قطعا لا شتما له على منم المکلف من اشیاء مخصوصة مادا ما ذلک الوصف قاسما به اتینا على الایراد وهو على هذ الشد سقوطا وابین عناطا فات الذی اخْتَارَ المورد ون لایتم ایضا عن التعریف بالحکم لذکرهم فيه زوال الطیارة و ما هو الا الا ظال المسترت على ذلك الوصف الشرعي و آذن يکفی جوابا عن کلا الحدین ما ذکر طوش و پایلمہ فایقع العقایرین الحدین لاداعی له و آیرا در النهو والدر لاصحة له و جواب الفعال عن بعض الفضلا لا يخلو عن خلط و غلط بقی الکلام على المعنی الاول الذی ذکرہ العلامۃ قاسم وکیف تباينه للمعنی الثاني۔

قا قول <sup>۱</sup> المانع الشرعی ای ما لا جده الممنوع للنجاست الحکمية والمنتسب اليها تلبس المکلف بمنا والفرق بينهما انت النجاست

دونوں میں فرق یہ ہے کہ نجاست شرمند و صفت ہے جو اعضاً ظاہر کی سطح پر کے ساتھ قائم ہوتا ہے، اور یہ حلول سرماں ہوتا ہے اور سطح متداور منقسم ہے تو اس کی تقسیم کی وجہ سے نجاست بھی منقسم ہو جائے گی، تو رفعاً و شوتاً تجزی کو قبول کرے گا، رفعاً تو ظاہر ہے، بکریہ کے مشاً اس نے ہاتھ میں بار دھویا تو اس سے نجاست زائل ہو جائے گی، اور اسی لیے اس سے فرض تطهیر و قطہ ہو گیا جبکہ باقی اعضا میں نجاست باقی ہے اور شوتاً اس طرح کو حدیث اصغر حصار اعضا کو تناپاک کرتا ہے اور اکبر تمام پدن کو، ہم عنقریب اس پر کلام کوئی کے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ربا نجاست کے ساتھ مکلف کا مسلسل ہونا،  
تو یہ مکلف کا وصف ہے جو نجاست کے حلول سے پیدا ہوتا ہے،  
خواہ اس کے بدن کے کسی جزو میں بھی ہو، اور حدیث  
اس وقت تک باقی رہے گا جب تک نجاست کسی  
بھی عضو میں باقی رہے، تو اگر نجاست زیادہ ہو جائے  
تو حدیث زیادہ نہ ہو گا، اور نجاست اگر کم ہو تو حدیث  
کم نہ ہو گا، بلکہ جب بھی نجاست وجود میں آئے گی  
حدیث وجود میں آئے گا اور جب تک باقی رہے گی خواہ  
کم سے کم ہو تو حدیث بھی محل طور پر باقی رہے گا اور جب نجاست  
بالکل یہ زائل ہو جائے گی تو حدیث بھی زائل ہو جائے گا  
ان دونوں کی نظر سرکر بمیٹے قطع ہے اور حرکت بمیٹے  
تو سطح کے، تو پہلی منقسم ہے کیونکہ وہ مسافت  
منقسم پر منطبق ہوتی ہے اور دوسرا کا کوئی جزو نہیں  
بلکہ پہلی حرکت کے پہلے جزو کے پیدا ہوتی ہے اور اس طرح باقی رہتی ہے جب تک دونوں غایتوں کے درمیان

و صفت شرمند یا حل بسطح الاعضاء الظاهرۃ  
حلول سریان والسطح ممتداً منقسم فتنقسم  
النجاست بالقسامها فعقل التجزی ثبتوا ورفعاً  
اما من فرعاً فظا هر فانه اذا اغسل اليدين مثلاً ما الت  
النجاست عنها ولذا سقط عنها فرض التطهير  
مع بقاء النجاست في سائر الاعضاء التي حلتها وأما  
ثبتوا فلان الحديث الا صغر انما يحبس اربعاء اعضاً  
والاكبر اليدين كلهم وسنعود اذن الكلام فهذا  
عنقریب این شاء اللہ تعالیٰ اماماً متبصّس المكفل  
بها ای اصطلاحاً به لہا فوصفت للمكفل یحدث  
بعقول النجاست في ای جزء من اجزاء ابدنه  
ويبقى ببقائه في منها فان مراد النجاست  
لم يزد على ذلك لم ينتقض بذلك احاديث  
حدث ومهما بقيت ولو كاقل قليل بقي كذلك  
وإذا نزلت بالنكلية نزال وكانت نظيرها الحركة  
بمعنى القطم وبمعنى التوسط فالاول متتجزئة  
لانطباقاً على المسافة التجزئية والثانية  
لا جزء لہا بل تحدث بعد حدث اول جزء من  
اجزاء الاذفاني وتبقى بحالها ما دام المتحرك بين  
الغايتين فإذا سكن في التدفع فانعقدت  
غير لا يحمل كلام البحرين على هذا اکی یثبت التغاير  
بين الحدين كما فهم النهر والدری ویوافق  
لہا اعتراض به تبع المفتح كلام العامة والمتون  
ان الحدث لا یتجزئی۔

محرك رہے اور جب پُرسکوں ہو گا تو حرکت یکٹ مختتم ہو جائے گی۔ اگر تو کہے کہ بھر کے کلام کو اس پر کروں مجھوں نہ کر دیا جائے تاکہ دونوں تعریفیوں میں تغایر ظاہر ہو جائے جیسا کہ نہ اور درستے سمجھا ہے اور موافق ہو جائے اس اعتراض کے ساتھ جو انہوں نے فتح کی متابعت میں عام کتب اور متون پر کیا ہے کہ حدث منقسم نہیں ہوتا۔ (ت)

میں کہتا ہوں اس تاویل سے ان کا قول "عائشہ

بالاعضاء" انکار کرتا ہے، کیونکہ بلبس ہوا یک غیر تجزی شی ہے، وہ بذاتِ خود مکلف کے ساتھ قائم ہوتا ہے نہ کاؤں کے اعضا کے ساتھ، اور جو چیز اعضا کے ساتھ قائم ہے وہ اعضا کی تجزی کے باعث تجزی ہوتی ہے جیسا کہ آپ نے پہچانا اور اس کی مخالفت عدم تجزی سے، تو میں کہتا ہوں کہ اس پر کوئی تعجب نہ ہونا چاہئے کیونکہ وہ خود ہی اس تعریف کے متصال بعد باب شروط الصلة" میں فرماتے ہیں اور تجربہ پوری تجزی ہے جو شرعاً گذھی ہے اور حدث کو اس کی قوت کے باعث مقدم کیا کیونکہ اس کا قليل بھی مانع ہے بخلاف قليل تجزی کے اعیان انہوں نے بوضاحت حدث کے منقسم ہونے کا قول کیا ہے، اور ان کے مقداراً معمتن علی الاطلاق نے فتح تین فرمایا تمام فتح، اس پر منقسم ہیں کہ موزہ شرعاً قدم کی طرف حدث کی سرایہ کو قدم تک روکنے والا ہے، تو قدم پر مستور پاک رہے گا اور حدث موزہ میں داخل ہو جائے گا، لہذا امسع سے اس کو زائل کر دیا جائے گا اسی صریح ہے حدث کے تجزی ہونے پر اور اس امر کا اعتراف ہے کہ فتح اس پر منقسم ہیں، اور بات

قلت یا باهہ قوله قائلہ بالاعضاء فان

الليس الذي لا تجزى له انسا يعوم بالملكت نفسه لا بالاعضاء الذي يقوم بها تجزى تجزى بتجزى بيا كما عرفت اما مخالفته لما ذكر من عدم التجزى فالقول لا خرو فهو العامل في باب شروط الصلة متصل بما ذكر من التعريف بلا فضل مانصبه والخبيث عين مستنقذة شرعاً وقدم الحدث لقوته لات قليله ما نعم بخلاف قليل الخبيث اه فقد افصح بتجزى الحدث قال متبوعه المحقق على الاطلاق في الفتوى كلامتهم متفقة على ان الخفت اعتبر شرعاً مانعاً سراية الحدث الى القدم فتبقى القدم على طهراً تهاوي حل الحدث بالخفت فيزال بالمسحة اه فهذا انص صريح على تجزى الحدث اعتراض باطياق كلامتهم عليه وهو كذلك فمن نظر كلامهم في مسائل مسم الخفيين وغيرها اليقىن بأنهم جميعاً قالوون بتجزىيه وإنما الذي لا تجزى هو ليس بالملكت بالمعنى فظاهر ظهور المنها من الأبراد على

ایسی ہے کیونکہ جو بھی مسح علی الحفین کی بابت فتحا کے کلام کو دیکھے کا اس کو لین آجائے کا کو سب فتحا کے حدث کے مجرزی ہونے کے قابل ہیں، اور جو چیز مجرزی نہیں ہوتی ہے وہ مخلف کامن شرعی سے منصفہ ہوتا ہے، تو روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ متون اور عام کتب پر اعراض اور بب کی تیڈت سب بے محل ہیں اور جو تکلف بھرتے متون کے جواب میں کیا ہے اس کی چنان حاجت نہیں، جواب یہ ہے کہ ”مگر کہ کہا جائے کہ حدث عضو سے زوال موقوف کے طور پر زائل ہوا ہے، پھر خود ہی اس کو ضعیت قرار دیا اور فسر مایا کہ حسن کی کتاب میں ابوحنیفہ سے استقاط فرض کو علت بنانا مردی ہے ذکر از الحدث کو۔ (ت)

میں کہتا ہوں دراصل اس کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے، کیونکہ حدث اُس معنی کے اعتبار سے جس میں وہ منقسم نہیں ہوتا ہے یعنی مخلف کامن شرعی کے ساتھ تبلیس ہوتا، اس کا قیام کسی عذر کے ساتھ نہیں، تاکہ وہ اس سے فوری طور پر یا موقوفاً زائل ہو جائے، پھر امام کا اس کلام میں استقاط فرض کے ساتھ تعلیل کرنا، ان کے درست کلام میں رفع حدث کی علت بتانے سے متضاد نہیں، جیسا کہ ہم نے ہدایہ کی عبارت سے واضح کر دیا ہے کہ دونوں کا ماحصل ایک ہی ہے، اور خلاصہ تبیین، فتح وغیرہ میں ہے کہ پانی کا مستعمل ہونا ابوحنیفہ اور ابویوسف کے نزدیک اس وقت ہو گا جب اس سے کوئی حدث زائل کیا جائے یا کوئی تقرب کیا جائے الخ و بالله التوفیق پھر حقیقت کا جو کلام ہم نے نقل کیا ہے

المتون والعامنة وتأثيث السبب للأحاديث في غير محله ولا حاجة إلى ما تجشم البحر جواباً عن المتون بقوله ألا يقال إن الحديث ثال عن العضوز والأمور فاثم ضعفه بقوله لكن المعلم به في كتاب الحسن عن أبي حنيفة استأثر الفرض لا إنما الحديث

### اقول بدلاً وجہ له لات الحديث

بالمعنى الذي لا يتمجزى اعني تلبس المخلف بالمانع الشرعى لاقيام له بعضه حتى يزول عنه منجز الأموروفاثم تعليله لاما فحدث الكلام باستقاط الفرض لا يتنا في تعليمه فكلام اخربقم الحديث على ما قررنا ذلك بارشاد الهدایة ان موداهما واحد وقد قال في الخلاصة والتبيين والفتیم وغيرها الماء بما ذا يصير مستعملًا قال ابوحنیفه وابویوسف اذا اذن يدل به حدث او تقرب به الخ و بالله التوفيق ثم جنوح المحقق في آخر كلامه الذي اثنان عنه الى ان سقوط الفرض هو الاصل في الاستعمال اعتمد في المعرفة الدرد وأشار الى الرد عليه

اس میں ان کا میلان اس طرف ہے کہ پانی کے استعمال سے سقوط فرض ہی اصل ہے جو اور دوسرے اسی پر اعتماد کیا ہے اور علامہ رشیٰ نے اس پر روک طرف اشارہ کیا ہے، پھر تو انہوں نے خود ہی فتح سے نعل کی کرشماری سے معلوم ہے کہ وہ آلم جس سے فرض ساقط ہو اور قریب ادا ہو میلا ہو جاتا ہے اور انہوں نے مزید فرمایا کہ جو ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ تقرب اور اسقاط فرض دلوں ہی تغیر میں موثر ہیں، مثلاً صفت تقرب صدقہ، تطوع میں منفرد ہے اور تغیر نے اُڑ کیا رہا تھا کہ تبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام ہو گئی، تو ہم معلوم ہو کہ ہر ایک نے شرعی تغیر کا اثر پھورا ہے اور پھر دلوں کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ قربت بھی اصل ہے تو استعمال میں موثر دو اصلیں ہیں اع<sup>۱</sup>

العلامة شیخ بان نقل او لا عن الفتح نفسه  
ان المعلوم من جرية الشائع ان الالة التي  
تسقط الفرض وتعامر بها القرابة تسد نفس المزو  
ايضا عنه ما نصه والذى نعقله ان كلام  
المقرب والاسقاط مؤثر في التغير الامرى انه  
النفر وصف النقرب في صدقه المطبع واشر  
المتغير حتى حرمت على النبي صلى الله تعالى عليه  
وسلم فعن فناه كلام تغير اشرعيا اهـ ثم  
قال بعد نقلهما مقصدا ان القرابة اصل ايضا  
فالمؤثر في الاستعمال اصل اهـ

میں کہتا ہوں مجھنے کا کلام ازاول تا آخرہ  
سلی ہے کہ اس میں اصالت اس معنی کے اعتبار سے  
ثابت کی ہے، یعنی وہ پھر جس پر حکم کی بنا ہو پانی کے  
ادائے قربت کی وجہ سے میلا ہو جانے کے باعث اور  
اسقاط فرض کے باعث، بلکہ وہی ہیں جنہوں نے تثیث  
کی اور تین اصول مقرر کئے، اور وہ یہ تقریر کے پھر ان  
میں سے ایک چیز ستر پر اصالت کو منحصر  
نہیں کر رہے، اُن کے کلام کا اصل مقصد یہ ہے  
کہ وہ اُن (ترجمہ ائمۃ) سے یہ نعل کر رہے ہیں کہ شیخین  
کے نزدیک استعمال دوچیزوں میں سے ایک کی وجہ سے

اقول کلام المحقق من اوله الى اخره  
طافح باشباث الاصلية بهذه المعنى اى ما  
يبيتني عليه الحكم بتعد نس الماء للقربة والاسقاط  
جييعايل هو الذى ثلث واقام اصولاً ثلاثة و ما  
كان ليقرر هذا كله ثم فحلي نفس الكلام يحصر  
الاصلية في شيء واحد و انا منشو كلامه انه  
رحمه الله تعالى نقل عنهم اف الاستعمال  
عند الشیخین بحد شیائین رفع الحديث و  
النقرب و عند محمد بالنقرب وحدة و حمل رفع  
الحدث على المعنى الذي لا يتجزئ فنطرق

ہوتا ہے، رفعِ حدث اور تقرب، اور محدث کے نزدیک صرف تقرب سے اور رفعِ حدث کو اس معنی پر محمل کیا کہ اس میں تجزیٰ نہیں ہوتی، اس بنا پر ان فروع کی وجہ سے اعتراض وار ہو اجنب میں پانی کے استعمال کا حکم ہوا حدث کے باقی ہوتے ہوئے، انہوں نے اس امر کو ثابت کیا اسقاط فرض بھی مُورث ہے، اور اس پر انہوں نے امام کے کلام سے استدلال کیا ہے جو کہ حسن میں مذکور ہے اور یہ استدلال بھی ہے کہ وہ اصل حسن کی وجہ ہم نے حکم جانا ہے وہ زکوٰۃ کا مال ہے اور اس میں صرف فرض کا سقوط ہے، یعنی الگہر کہ اس کو کسی اور دلیل کی وجہ سے تقرب سے ثابت کریں تو وہ اصل جو ہم نے پہلے سے بتائی ہے اور حسن کے حکم ثابت ہو رہا ہے وہ سقوط فرض ہے تو اس سے صرف نظر کرنے کا فکن ہے بلکہ اس کو مانا لازم ہے، اور اس امر کے منافی نہیں کہ اصول دوہیں بلکہ تین ہیں یعنی اس کے میں ضرور خبیان پیدا کریں گے جو ان کے اول کلام اور آخر کلام کریکیا کر کے پڑھے گا، وہ کچھ ہیں کہ وہ آنحضرت سے فرض ساقط ہوتا ہے اور قربت ادا ہوتی ہے میلا ہو جاتا ہے اس کی اصل مال زکوٰۃ ہے کہ وہ اسقاط فرض سے میلا ہو جاتا ہے اس لئے اس کو حدیث میں "او ساخ" قرار دیا گیا ہے ایذا سے واضح ہو کہ دونوں امور تبدیل کرنے والے ہیں، اور زکوٰۃ میں اسقاط پر اکتفا کیا گیا ہے، پھر ثبوت استعمال کے سبب کے بیان میں فرمایا کہ ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک سبب رفعِ حدث اور تقرب ہے

الإيراد بالغرض التي حكم فيها باستعمال الماء عم  
بلغاء الحديث فقرر أن اسقاط الفرض ايضا  
مؤثر واستدل عليه بكلام الإمام في كتاب  
الحسن وبيان الأصل الذي عرفنا به هذا  
الحكم هو مال الزكاة والثابت فيه ليس إلا سقوط  
الفرض اي وان الثبات ايضا بالمعنى بدلليد  
آخر فالاصل الذي ارشدنا اولا الى هذا الحكم  
هو سقوط الفرض فكيف يعزل النظر عنه بد  
يجب القول به وهذا لا ينافي ان الاصول  
اثنان بل ثلاثة ينقدح هذا المعنى في ذهن  
من جم اول كلامه باخرة حيث يعود  
المعلوم من جهة الشائع ان الله تسقط الفرض  
وتفاقم بها القرابة تتدنس اصل مال الزكاة  
تدنس باسقاط الفرض حتى جعل من الاوصاع  
في نفطر صلى الله تعالى عليه وسلم انه فاوض  
ان كل الأمرين مغير واقتصر في الزكوة على  
الاسقاط ثم قال في بيان سبب ثبوت الاستعمال  
انه عند أبي حنيفة وابي يوسف كل من رفع  
الحدث والتقارب وعند محمد المقرب وعند  
ضر الرفع لا يقال ما ذكر لا ينتهي على من فر  
اذ يقول مجرد القرابة لا يدنس بل الاسقاط  
فإن المال لم يزيد نسب مجرد المقرب به ولذا  
جاز للهاشمي صدقه المطوع بل مقضاه ان

او رَجُلَ زَادِيْكَ وَهُوَ تَقْرِبٌ هُوَ اُوْرَزَفَرَ کَے زَادِيْکَ رَفِعَ  
ہے یہ اعْتراضِ ذکیار جائے کہ یہ دلیل زَفَرَ کے خلاف نہیں چل سکتی  
ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ صرف قُرْبَت پانی کو مستعمل نہیں کرتی ہے  
 بلکہ استقطاب بھی اس میں شامل ہے، کیونکہ مالِ زَكْوَةِ نَفْعٍ  
 تَقْرِبٌ کی وجہ سے میلان نہیں ہوا ہے، اور اسی لیے باشی  
 نَفْعٍ صدقے سکتا ہے بلکہ اس کا مقتضی یہ ہے کہ استقطاب  
 مع تَقْرِبٌ کی وجہ سے مستعمل ہو کر کیونکہ اصل یعنی مالِ زَكْوَةِ میں  
 اس کی طرف سے استقطاب منفرد نہیں، کیونکہ زَكْوَةِ بلاست  
 جائز نہیں اور یہ تینوں میں سے کسی ایک کا قول نہیں (اس  
 سے ان کی مراد تینوں اقوال کے قائلین یعنی ابو حیینہ و  
 ابو یوسُت، محمد یا زَفَرَ حَمَّ اللَّهُ مِنْ) کیونکہ ہم کہتے ہیں  
 کہ زیادہ سے زیادہ حکم کا اصل مجروع کے ساتھ ثابت  
 ہوتا ہے اور اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ موثر  
 مجروع ہے بلکہ اس کا دار و مدار اس پر ہے کہ مناسب  
 حکم کو سمجھا جائے، اگر ہر حکم کا استقلال اس کے ساتھ  
 سمجھا جائے یا مجروع کا تو اس کے ساتھ حکم کیا جائے گا اور  
 جو ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہر ایک موثر ہے الی آخر ماقول، پھر کہا کہ انہوں نے تلاصیں فرمایا کہ پانی کسی چیز کی وجہ سے  
 مستعمل ہوتا ہے (تو انہوں نے دو فویں مذاہب کا ذکر کیا ہے جیسا کہ ہم نے نقل کیا پھر فرمایا) یہ مشایع کے قول کی  
 روشنی میں مشکل ہے کہ حدث صحیح ی نہیں ہوتا، اور اس اشکال سے نجات کی صورت تین امور میں سے ایک امر  
 رفع حدث، تَقْرِبٌ اور سقوط فرض ہی اصل ہے، کیونکہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس کی اصل مالِ زَكْوَةٍ ہے اور اس میں  
 برا شایستہ ہے وہ سقوط فرض ہے۔

میں کہتا ہوں اگرچہ اس میں موجود دونوں امر  
 میں لیکن یہ اقویٰ ہے اور اس میں کفایت ہے، تو

یصیر مستعملاً لَا بالاستقطاب مع التقرب فان  
 الاصل اعني مال الزكاة لا ينفرد فيه الاستقطاب  
 عنه اذا لا تجوز الزكاة الابنية ليس هو  
 قول واحد من الثالثة ( يريد اصحاب الاقوال  
 الثالثة الشیخین و محمد او فرض) لانا نقول  
 غایة الامر ثبوت الحكم في الاصل مع الجموع  
 وهو لا يستلزم ان المؤوث المجمع بل ذلك داعٌ  
 مع عقلية المناسب للحكم فان عقل استقلال  
 كل حكم به او المجموع حكم به والذى نعقد  
 ان كلام مؤثر الى اخر ما تقدم ثم قال قال فالخلاصة  
 ان العاء بما ذا يصير مستعملاً (فذاك المذهبين  
 كمانقلنا ثم قال) هذا يشكل على قول المشايخ  
 ان الحديث لا يتجزأ او المخلص ان صدوره المعاشر  
 مستعملاً بالحدث ثلاثة رفع الحديث والتقارب وسقوط  
 الفرض وهو الاصل لما عرف ان اصله مال  
 الزكاة والدابت فيه ليس الا سقوط الفرض.

ا قول اى و ان كان الموجود فيه الامر  
 لكن هذا اقوى وفيه المقنع فلا يثبت به الا

اس نے تھاں کی سببیت ثابت ہے گی اگرچہ درسے کی سببیت بھی ثابت ہو گی، اس نے دلیل یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نقل صدقہ حرام ہے جیسا کہ گزار، تو اسقاط فرض کی تائیپولی چیز ہے جو اصل اعلیٰ سے ثابت ہے تو اس کے ساقط کرنے کا کوئی ہزار نہیں فرمایا، اور اسقاط کو موثر اعتبار کرنے کے لیے مفید ایسا ابرحقیقت کی صریح تعلیل ہے کہ سکافرض اس سے ساقط ہو گی احمد بن حنبل، اور تم اپنی طبیعت کو خوشگوار کرو، ہذا، اور علماء مرتضیٰ نے بھر کی متابعت کرتے ہوئے اس کی تقریر درسے انداز میں کی ہے، انہوں نے ”در“ کے قول اسقاط فرض ہی استعمال میں اصل ہے کے تحت فرمایا، جیسا کہ کمال نے اس پر تنبیہ فرمائی ہے کہ یادداشت کو رفع کرنے میں حقیقت موجود ہے اور قربت میں حکما ہے، یکری نکری بریز لے اسقاط شانی ہے اور یہ گزرا اصرار جو گزارہ ان کا قول ہے، بیشک پانی قربت کی وجہ سے مستعمل ہوتا ہے، جیسے وضو پر وضو کرنا اس لیے جب قربت کا ارادہ کیا تو وہ طہارت کے اعتبار سے زیادہ ہو گی، تو نئی طہارت تجاست حکیم کے ازالہ سے ہی ہو گی حکما، تو طہارت پر طہارت، اور حد پر طہارت برابر ہو گئی، اس کا افادہ صاحب بحر نے کیا اعدت میں کہتا ہوں اس کو معراج الدراية واقر و برقرار رکھا، اس میں بعد ہے جو مخفی نہیں ہے یکری

سببیتہ هذاو ان استغفید سببیتہ الاخر بد لیل  
حرمة صدقة الطبع عليه صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کعاقدم فما شد اسقاط الفرض هو ادل  
ما ثبت بالاصل الا عظم فلامساغ لاسقاطه  
قال والمفید لاعتبام الا سقاط موثا صریح  
تعلیل ابی حنیفة انه سقط فرضه عنه اه ملقطا  
وعليک بتلطیف القریحة هذاؤ قرق العلامۃ  
ط تعالیٰ بحر بوجه اخوجیث قال تحت قول الدر  
اسقاط فرض هو الاصل فی الاستعمال كما نبه عليه  
الکمال مانصه وهو موجود في سرفع المحدث  
حقيقة وق القریۃ حکما تكونها بنزلة الاستقطاط  
ثانياً وقد مرأه وما مر هو قوله انما استعمل الماء  
بالقربة كالوضع على الوضوء لانه لها خواص  
القربة فقد ازداد طهارة على طهارة فد  
ت تكون طهارة جديدة لا بازالة النجاسة الحكيمية  
حکما فصارت الطهارة على الطهارة وعلى المحدث  
سواء افاده صاحب البحر اهـ۔  
اعتدت زیادہ ہو گی، تو نئی طہارت تجاست حکیم کے ازالہ سے ہی ہو گی حکما، تو طہارت پر طہارت، اور حد پر طہارت برابر ہو گئی، اس کا افادہ صاحب بحر نے کیا اعدت  
اقول نقلہ عن معراج الدراية واقر و  
فیہ بعد لا يخفى فان النجاسة لا سیما الحكيمية

نجاست، خاص طور پر حکمیہ اعتبار شرعی ہے اور اعتبار صیحہ اسی وقت ہوتا ہے جب اس کا ملشاہ صحیح ہو، اور اس کے بغیر اخراج ہے، شریعت کی شان اس سے بڑی ہے، اور یہ طہر سے زائل ہو گیا تو صرف نئے حدث سے ہی یہ عود کرے گا، بالفاظ دُگر کیا یہ اس شریعت نے کتنی ایسی چیز معتبر مانی ہے جو منافی طہر ہو اور دوسرے پانی سے زائل ہو جائے، تو نئی پاک حاصل ہو یا معتبر نہیں مانی ہے، دوسری تقدیر پر سوال کر لیا گی کیونکہ کوئی حقیقی نجاست نہیں اور نہ ہی اعتباری ہے اور پہلی تقدیر پر نجاست حکمیہ کی حقیقت شرعی اعتبار کے علاوہ اور کیا ہے تو یہ کہنا بے معنی ہے کہ نجاست حکمیہ نہیں بلکہ پانی جاتی ہے اور مخصوص عبارتیں یوں کہا جاسکتیں کہ نجاست حکمیہ صرف شرعی اعتبار سے مبارت ہے تو حکمیہ حکما شرع کا یہ اعتبار ہے کہ اس کا اعتبار کیا گیا ہے اور اعتبار کیا نہیں گیا کیونکہ اگر اعتبار کیا جاتا تو وہ متحقق ہو جاتی۔ خلاصہ یہ کہ جواب کا مآل یہ ہے کہ حکمیہ کو وہاں اعتبار کیا جائے بغرض باطل جس کی بخراش نہیں، اور میں تجھے کو خبردار کرتا ہوں کہ جس کا افادہ انہوں نے کیا ہے وہ مختص تکلف ہے جس کی ضرورت نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میراث کو اس کی ضرورت اس لیے پڑی کہ انہیں اس سوال کا جواب دینا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ وضو کرنے والے کے اعضاء پر نہ حقیقی نجاست ہے اور نہ حکمی ہے تو پانی بہتی تقریب کیسے مستعمل ہو جائے گا، تو انہوں نے جواب دیا کہ جب اس نے نیت کی توزیعاتی کی الخ۔ (ت)

الاعتبار شرعی والا اعتبار الصحيح لا يكون  
الاعن منشأ صحيح وبدونه اخراج يجل  
شأن الشيع عنه وقد زال ذلك بالظهور فلا يعم  
الابحدث جديدا وبعبارة أخرى هل اعتبار  
الشيع هنا شيئاً ينافي الظهور يزول بالشهادة الثاني  
فيحصل ظهر جديد ام لا على الشافع عاد  
السؤال اذا لانجاسة حقيقة ولا اعتبار او  
على الاول ما حقيقة الجاسة الحكمية الا  
ذلك الاعتبار الشرعي فلا معنى لتحقق الحكمية  
حكم لا حقيقة وبعبارة اخر صرفاً الحكمية  
الاعتبار الشيع فالحكمية حكم الاعتبار الشيع  
انه اعتبار وما اعتبار اذا لاما تحقق وبالجملة  
مامال الموجب الافتراض هنا ذلك فرضياً باطل  
ولامساع له وانا ابتدا ان ما افاده انسا هو  
تجشم مستغنى عنه وذلك لأن المراج  
اذا احتاج اليه جواباً عن سؤال نصبه بقوله  
فإن قيل المتصدق ليس على اعضائه نجاست  
لا حقيقة ولا حكمية فكيف يصير الماء مستعداً  
بنية القرابة فاجاب بقوله لمناوي القرابة  
فقد ازداد الـ

میں کہتا ہوں اولًاً کہ سائل کہہ سکتا ہے کہ ہم  
ٹھہارت کی ریادت کو تسلیم نہیں کرتے اس میں نظافت  
کا اضافہ تو اس لیے ہے کہ نظافت کی بیشی کو قبول کرتی  
ہے، مگر ٹھہارت ایسی نہیں اور اسی لیے ہم نے کہا ہے  
کہ حدث میں تحریکی نہیں ہے، اور نظافت میں اضافہ  
کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے کہ وضو پر وضو  
نور علی نور ہے، اس کی تحریک رزین نے کی ہے الگہ  
عرائی اور منذری نے کہا ہے کہ ہم اس پر مطلع نہیں  
ہوئے ہیں کافی **التیسیر**.

**ثانیاً** سوال کی جگہ اس سی نہیں کہونکہ اس  
سوال کا دار و مدار اس پر ہے کہ نجاست حکیم کو حدث  
میں منحصر کر دیا گیا ہے اور حالانکہ بات یہ نہیں ہے بلکہ  
نجاست حکیم میں معاصی بھی شامل ہیں، اس پر نصوص گز  
پکھے ہیں، اور پہلا پانی جس طرح حدث کو زائل کرتا ہے  
بشرطیت گناہوں کو بھی دعوہ ادا ہے مگر یہ ضروری  
نہیں کہ گناہوں کو کلیّۃ دعوہ اداے ورنہ تو وضو ہی کافی  
ہو جاتا تو پہ کی ضرورت ہی نہ ہوتی اور ہزار ہاگناہوں  
کے بعد ایک ہی مرتبہ وضو کر لیتا تو تمام گناہ معاف  
ہو جاتے، اور وہ اس طرح ہو جاتا گویا اس نے کوئی  
گناہ کیا ہی نہیں ہے اور یہ چیز قطعاً باطل ہے توہہ وہ  
نجاست حکیم ہے جو مخالفین میں ٹھہارت حاصل کرنے  
کے بعد بھی باقی رہتی ہے، تو اب سوال کیسے پیسا  
ہو سکتا ہے، بلکہ ہم پتے بتاچکے ہیں کہ مکروہات بھی  
پانی کو متغیر کر دیتے ہیں تو یہ بلند اور اعم ہے۔ رہے انہیاً  
علیهم السلام جو معصوم ہیں تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے

**اقول اولاً** یعود السائل یعنی از دید  
الطہارة و انسانه داد نظافتة لأنها تعقبل  
التشکیک دون الطهارة ولذا قبلنا بعدم تجزی  
الحدث والى از دید نظافتة یشیر الحديث  
المشهور الوضو على الوضوء نور على نور اخرجه  
وزین ان قال العرق والمنذر لون نفقة عليه  
كمان التیسیر وثانياً لامساغ للسؤال  
رأساً فان مبنیاً على حصر النجاسة الحكمة في  
الحدث وليس كذلك منها المعا�ی كما تقدیمت  
النصوص عليه والباء الاول وان كانت كما  
يزيل الحديث يغسل من اثر المعا�ی ايضاً  
بشرط النية ولكن لا يجب ان يزيلها كلاماً  
ولا تکفی الوضو عن التوبۃ و صار كل من  
قضاماً مرة ولو بعد الف کبيرة کمن لاذنب له  
وهو باطل قطعاً فهذه نجاسة حكمة باقية  
بعد التطهير في عامة المكلفين فایں مثار السؤال  
بل قد من اکبر الكروهات ايضاً تغير الماء فخذ  
اطم واعم أما المقصومون صلوات اللہ تعالیٰ  
 وسلمہ علیہم فاقول لا نسلم فما نائم  
الاول ايضاً انه مستعمل في حقنا بل ظاهر طهارة  
مطهر لنا فضل عن الثاني و اذا اعتدنا الطهارة  
في فضلاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فما  
ظنك بوضوئه فالاستدلال على ظهارة الماء  
المستعمل باقت اصحابہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم با درد الى وضوئه فمسحوا به وجهم

کافی العناية و غيرها من ضعفه بوجوه ذكرها  
في البحر عن العلامة البهندى ليس في محله عند  
نعم يعتبر مستعملًا في حكم شرعاً فلا يرد على  
المحدث فضلاً تفهم نواقص لعظم  
ضعفه شأنهم ونواهيه مكانتهم صلوات الله  
تعالى وسلامه عليهم.

وعلم کے مستعمل پانی کی طمارت پر اس امر سے استدلال کیا ہے کہ آپ کے اصحاب نے اُس پانی کی طرف سبقت کی  
اور اس کو پانے پھر وہ پر ملا، جیسا کہ عناية وغیرہ میں ہے، بوجوہ ضعفیت ہے، بیر و بوجوہ بحکم علامہ بہندی سے  
نفع کی گئی ہیں، میرے نزدیک وہ بمحل نہیں، یا ان کے حق میں شرعاً مستعمل ہو گا، تو اس سے ما مستعمل کی حد پر  
نقض وارد نہ ہو گا، اسی طرح ان کے فضلات کو نواقص و ضعفیں شمار کیا گیا ہے کیونکہ ان کی شان بہت عظیم ہے  
اور ان کا مقام بہت سترہ اے صلوات اللہ تعالیٰ وسلام علیہم۔ (ت)

**تبیینیہ حدیث اصغر کی بابت اختلاف ہے کہ آیا**  
**حدیث اخلاقنوازی الحدیث الاصغر**  
هل يحل كالكبوب ظاهر البدن كله و انسانا  
جعل الشرع الوصوّر افعاله تخفيقاً لاما  
بالاعضا الا من بعدة ويبيّن عليه الخلاف فيما  
اذ أغسل الحديث نحو فخذٍ فيصير الماء  
مستعملا على الاول دون الثاني وبالعدم  
جزم في كثير من المتدادات ولص في  
الخلاصة انه الاصح فكان توجيه المقتول  
الثاني ولذا اقول ناعليه وفي المخدة عن النهر  
وكان الراجح هو الثاني ولذا يصر الماء  
مستعملا بخلافه على الاول فهو الظاهر  
ان كان مشددة ففيه تردد في ترجيحه۔

تو اس سے اس کی نزدیک میں تردید پیسا ہو گا، میں کہتا ہوں یہ بھی جائز ہے کہ کوئی کھنے والا کئے کر پسے قول کی دلیل یہ حدیث ہے کہ جب تم میں سے کوئی پاک حاصل کرے اور اللہ کا نام لے تو اس کا پورا جسم پاک ہو جائے گا اور اگر اللہ کا نام نہ لے تو صرف وہی عضو پاک ہو گا جس پر پانی گزرا ہو روایت کیا الدارقطنی اور ابیهقی نے اپنی سنن میں اور الشیرازی نے القاب میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہیقی نے یہ حدیث بسنی بھی بن یاشم السسار ذکر کی ہے، ہم سے ائمہ نے شیعیت بن سلمہ سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حذیث ذکر کی یہیقیت ہے، میں نہیں جانتا کہ اس کو ائمہ سے یکی بن یاشم کے غیر نے روایت کیا، اور وہ متروک الحدیث ہے، اور اس کو ابن عدی نے وضع قرار دیا احادیث عین اور صالح نے اس کی تکذیب کی اور نسائی نے اس کو متروک کہا اور یہی علت محقق نے فتح میں بیان کی، یہ اس موقع پر ہے جہاں انہوں نے وظفیں لیا ہم کو جو بلکہ ذکر کیا ابیهقی کی متابعت میں۔ تیس کہتا ہوں اس حدیث کے بعض طرق ایسے ہیں جو اس کی کمزوری کو روشن کرتے ہیں، دارقطنی اور یہیقی نے بھی اس کو ابن عمر سے روایت کیا، اور انہی دونوں نے اور ابرا شیخ نے ابو ہریرہ سے روایت

اقول و قدیجوزات یقول قائل ربما  
یشهد للاول اولاً حديث اذا اتطهر احدكم  
فذ کرامہ اللہ علیہ فانہ یطهر جسدہ کله فان  
لوعید کرامہ اللہ تعالیٰ علی طهوراً لم یطهر  
الاما مر علیہ الماء مروا الدارقطنی والبیهقی  
فی سننہ والشیراذی فی الالقاب عن عبد اللہ  
بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال البیهقی  
بعد ما ساقه بطریق یحیی بن هاشم السمارشنا  
الاعمش عن شیعیت بن سلمة عن عبد اللہ بن  
مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول  
الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول فذ کرہ  
هذا ضعیف لا اعلمود وادا عن الااعمش غير  
یحیی بن هاشم وهو متروک الحديث در مادہ  
ابن عدی بالوضع اد و کذبه ابن معین و  
صالح جزرة وقال الناس متروک وبه اعلمه  
الحق فی الفتح حيث کلامہ على وجوب  
السمیة فی الوضوء تعالیٰ للبیهقی۔

اقول بل له طرق ترضعه عن الوهن  
فقد رواه الدارقطنی والبیهقی ايضا عن  
ابن عمرو وهماء وابو الشیخ عن ابی هریرة رضی  
الله تعالیٰ عنهم ولفظهم عن النبي صلی اللہ تعالیٰ

کیا، ان کے لفظ یہ ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بسم اللہ کر کے وضو کیا تو اس کا سارا جسم پاک ہو گا اور جس نے وضو کے وقت بسم اللہ نہ پڑھی تو صرف وضو کی جگہ ہی پاک ہو گی اس کو عبد الرزاق نے اپنی مصنفت میں حسن النبی کوئی سے مردّ روایت کیا، اور وہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مஸوب کرتے ہیں، فرماتے ہیں جس نے وضو کے وقت اللہ کا ذکر کیا اس کا تمام جسم پاک ہو جائے گا اور اگر اللہ کا ذکر نہ کیا تو صرف وہی حصہ پاک ہو گا جس پر پانی گزرا ہو گا، اور ابو بکر سے ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنفت میں روایت کی کہ بنہ جب وضو کرتا ہے اور اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو صرف وہی حصہ ہے اور اگر اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو صرف وہی حصہ پاک ہوتا ہے جس پر پانی چخا ہو۔ اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں بکول سے روایت کی کہ جب کوئی شخص پاکی حاصل کرتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس کا سارا جسم پاک ہو جاتا ہے اور جب برقت وضو اللہ کا نام نہیں لیتا ہے تو صرف وضو کی جگہ پاک ہوتی ہے، ان تمام طریق کی موجودگی میں سقوط کا قول کرنا محال ہے بلکہ ان سے حدیث مرتبہ ضعف سے بلند ہو جاتی ہے

علیہ وسلم من توضأ و ذکر اسم اللہ علی وضو شه طهر جبدہ کلہ و من توضأ و لم يذکر اسم اللہ علی وضو نه لويطه الاموضم الوضوء وروأ عبد الرزاق في مصنفه عن الحسن الصبی انکو مرسلا یعنیہ الى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ذکر اللہ عند الوضوء طهر جبدہ کلہ فان لم يذکر اسم اللہ لم يظهر منه الاما اصحاب الماء و آخر جابر بن عبد الله بن ابی شيبة في مصنفه عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه قال اذا توضأ العبد فذکر اسم اللہ تعالیٰ طهر جبدہ کلہ و انت لم يذکر لم يظهر الاما اصحاب الماء و روى سعید بن منصور في سننه عن مکحول قال اذا تطهر الرجل و ذکر اسم اللہ طهر جبدہ کلہ و اذا لم يذکر اسم اللہ حين يتوضأ لم يظهر منه الاما مکا الوضوء و من هذه الطرق يستحصل الحكم بالسقوط بل سبباً يتفق عن الضعف كما ان صریح في المرقاة لحدیث الدارقطنی ان سنده حسن و ثانیاً نقل العلامة الزیلی المحدث جمال الدین عبد اللہ تلمیذ الامام

لـ سنن الکبری للبیقی باب التسمیۃ علی الوضو

۲۹۳/۹ مؤسسه الرسالۃ بیروت

۳/۱

۲۵۴/۹

الـ کنز العال ادب الوضو

سله مصنف ابن ابی شیبہ فی التسمیۃ فی الوضو ادارۃ القرآن کراچی

الـ کنز العال ادب الوضو مؤسسه الرسالۃ بیروت

اور مقاہ میں دارقطنی کی روایت کی سند کو حسن و تار  
دیا ہے۔

شانی علام زمینی محدث جمال الدین عبید اللہ  
شاغر دام زمینی فقیر فیض الدین عثمان شارح کنز،  
نسب الرایہ میں لاوضو نعم لعیم اللہ (اس کا غرض  
نمیں جو اللہ کا نام تسلی) کی حدیث کے تحت فرماتے  
ہیں کہ امام ابن حوزی ابوزرق الحنبل نے ہم پر حجت  
قائم کرنے کے لیے وہ بسم اللہ کو وضو میں واجب قرار  
دیتے ہیں فرمایا کہ حدیث (جس کو حديث اصرار حنفی ہوا ہو کیونکہ کلام اسی میں ہے اور عند الاطلاق وہی مراد ہوتا ہے، کہ  
فی الحلیہ) اس کو صحیح کا پہنچنا اپنے سینے سے جائز نہیں اور اس کو انہوں نے برقرار رکھا۔ ت

میں کہتا ہوں اس کی تائید فتح میں، پھر بھر میں  
اوّل تینین بشبی کے حاشیہ میں ہے مجھ سے بعض وہ تنہ  
نے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص گلے میں رومال دلتے  
ہو تو وہ اُس رومال سے صحیح کو چھو سکتا ہے؛ میں  
نے کہا میں اس سلسلہ میں کوئی نقل تو نہیں پاتا ہوں  
یکن اگر صورت یہ ہو کہ اس کے ایک کنارے سے  
صحیح کو پکڑتے اور اس کے حرکت دینے سے دوسرا  
کن رہ حرکت کرے تو جائز نہ ہونا چاہئے اور اگر حرکت  
نہ کرے تو میں کہنا جائز ہونا چاہئے، کیونکہ پہلی صورت  
میں وہ اس کو اس کا تابع قرار دیتے ہیں جیسا کہ اس کا  
ہدن ہے دوسری صورت میں تابع نہیں کہتے اور کیونکہ  
حدیث سے مراد حدیث اصرار والاشخاص ہے، کیونکہ اس سے

الزیبع الفقیہ فخر الدین عثمان شامرح الکنز ف  
نصب الرایہ تحت حدیث لاوضو لمن لم یسم  
الله تعالیٰ عن الامام ابن الجوزی ابی الفرج  
الحنبل انه قال محتاجا علينا في ايجابه من  
التنمية للوضوء ان الحديث (اى بالحدث  
الاصغر اذ فيه الكلام ويكون هو المراد عند  
الاطلاق كعاف الحلية) لا يجوز له مس  
المصحف بصدره اه واقره عليه۔

قلت ویؤیدہ ما فی الفتح ثم البحر  
و حاشیة الشلبی على المتبعین قال في بعض  
الاخوان هل یجوز مس المصحف بمقدمة  
ہولا بہ علی عنقه قلت لا اعلم فیه منقولا  
والذی یظہر انہ ان کان بظرفہ و ہو یتحرک  
بحركة یلبیغ ای یجوز و ان کان لا یتحرک  
بحركة یلبیغ ای یجوز لا اعتبار هم یا کا فی  
الاول تابعا له کبده دون الشافع اه فات  
المراد المحدث بالحدث الاصغر اذ قد نفت  
قبله با سطع عن الفتاوى لا یجوز للعنبر و  
العائض ان یمس المصحف بکعبہ او بعض  
ثیابهما لان الثیاب بمنزلة بدنهما اه فقوله

۱۔ نصب الرایہ	کتاب الطهارة	اسلامیہ ریاضن	۱/۱
۲۔ بحر الرائق	باب الحیض	سعید بنی کراچی	۲۰۱/۱
۳۔ شبیل علی التبعین	باب الحیض	بولاق مصر	۵۸/۱

پچھے پستہ فتاویٰ سے منقول ہوا کہ جنب اور حلقہ کو  
جاڑت نہیں کرو و دونوں صحت کو اپنی آستین سے یا  
پڑے کے کسی حصہ سے چھوٹیں کیونکہ پڑے منزلہ ان کے  
بدن کے میں احمد تو "بعض پڑوں" میں وہ روال بھی آجاتا ہے جس کو وہ پختہ ہوتے ہو تو پھر کیوں لکھتے ہیں کہیں  
اس میں کوئی نقل نہیں جانتا کیا وہ دیکھتے بھائی اس نقل کو بخوبی گئے جو خود ہی انہوں نے پیش کی ہے۔ ت  
میں کہتا ہوں میں نے تبیین میں دیکھا ہے کہ

وہ فرماتے ہیں حدث کی وجہ سے قرآن کو ساختہ لکھانا من  
کیا ہے، اور جنابت اور نفاس خلیل حیض کی طرح پڑھنے  
اور ساختہ لکھنا دو تو کو منع کیا ہے، ان کی عبارت یہ  
کہ آن کے لیے اُن کپڑوں کے ساتھ جو وہ پختہ ہوئے ہیں  
قرآن کو ساختہ لکھنا جاڑت نہیں کیونکہ وہ پڑے بائزہ بدن  
کے ہیں اور اس لیے اگر کسی شخص نے قسم کھاتی کہ وہ  
زین پر نہیں تبیہ کا اب وہ اس طرح بیٹھا کر اس کو اد  
زمیں دیاں پہنچنے کوئی پڑے حائل ہوں تو وہ قسم میں حانت  
ہو جائے گا اور اگر کوئی شخص بحالتِ نماز نجاست  
پرکھرا ہو اور اس کے دونوں پروں میں جوستے یا جڑیں  
ہیں تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی، اگر یہ پڑیں جُدا ہیں  
تو ہو جائے گی احمد تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غیر  
محدث کی طرف لوٹتی ہے اور اس کی طرف بھی جو محث  
کے ساختہ ہو، یہ صریح نقل ہے والحمد للہ، اور  
غلاصہ یہ کہ جب قرآن کو اس پڑے کے ساختہ چھوٹا  
جاڑت نہیں جو اس کی گردی اور سینے پر ہے تو خود گردی  
اور سینے سے مس کرنا کیسے جاڑت ہوگا! پس معلوم ہوا

بعض ثوابہ ما کان یشمل صندیلا ہو لا بسہ فلم  
یقول لا اعلم فيه المتنقول افینسی ما نقله أنا  
وهو برأي مني۔

اقول تکنی رایت فی التبیین قال بعد  
قوله من الحدث من القرآن ومن من العادة  
والمس الجتابة والنفاس كالحيض ما نصله ولا  
يجوز لهم من المصحف بالثياب التي يلبسوها  
لانها سنزلة البدن ولهذا الحلفت لا  
يجلس على الأرض فجلس عليهما وثيابه حائلة  
بينه وبينهما وهو لا يلبسا يحيث ولو قام في  
الصلة على النجاست وفي رجليه نعلان او  
جوس باك لاصحة صلاته بخلاف المنفصل عنه  
اه فهذا ظاهر في رجوع الضمير إلى الحديث  
ومن معه جميعاً فهذا النقل والله الحمد  
 وبالجملة المقصود انه اذا منع منه بما  
على عنقه وصدره فليكتبه بما قد حل على حلول  
الحدث جميع البدن ثم رأيت المسألة  
منصوصاً عليهما في الهندية عن الزاهدي  
حيث قال اختلفوا في من المصحف بما عدا  
اعضاء الطهارة وبما غسل من الاعضاد قبل  
اكمال الوضوء والمنعم اصح اد

لہ تبیین الحقائق باب الحیض بولاق مصر ۱/۵۴

لہ فتاویٰ ہندیۃ باب فی احکام الحیض والنفاس والاستحاضة فورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۹

کہ حدث تمام بدن میں سرایت کرتا ہے، پھر میں نے اس سند کو ہنری میں زادی سے منصوص دیکھ وہ فرماتے ہیں اعصار طہارہ، اور وہ اعضاً جو وضو کی تکمیل سے قبل دھوئے گئے ہوں ان سے میں صحت میں اختلاف ہے اور مناصہ ہے ادعت

شامل عرفاء کے نزدیک یہ امرِ سُلَّمَ ہے  
کہ حدث چھوٹا ہو خواہ بڑا مطلقاً کھانا کھانے ہی سے  
پسیدہ ہوتا ہے یہاں تک کہ نماز میں قمیقہ بھی کر عین دربار  
میں ایسی سنت غفلت اُسی سے ہو سکے گی جس کا پیرست  
بھرا اور نہایت بھرا ہو کہ بھوک میں تو فہمی سے دشت  
کھانا بھی نا درست ہے تو کھٹھا اور وہ بھی نماز میں اور  
شک نہیں کر کھانے کا نقش تمام بدن کو سنبھالا ہے یونہی  
فضلہ نکل جانے کی منفعت دراست بھی سارے بدن  
کو برقراری سے تو کھانا مسدہ میں جانا غفلت پسیدا  
کرتا ہے اور موذی یعنی فضلہ کا نکلنے غفلت کو ثابت  
مونکہ کرتا ہے اور غفلت سے دل کی موت ہے اور دل  
بدن کا بادشاہ ہے کہ یہی بوئی درست ہو تو سارا  
بدن درست رہے اور بگڑتے تو سارا بدن خراب  
ہو جائے اور پانی تازگی لاتا اور غفلت دو کرتا ہے جیسا کہ غشی والے کے نہر پر چھوڑنے میں مشاہدہ ہے۔

تو میں کہتا ہوں جس طرح موت کا سبب سارے  
بدن کو عام ہوا تھا چاہیے تھا کہ حیات کا سبب یعنی  
پانی بھی سبب جسم پر پہنچے حدث اکبر میں تو شرع نے  
یہی حکم دیا مگر حدث اصغر بکثرت مکر رہوتا ہے تو ہر  
حدث اصغر پر اگر نہ نانے کا حکم ہوتا تو وہ حرج میں  
پڑتے اور اس دین میں حرج نہیں نہذا اس زمین  
اسان شریعت نے اطراط بدن کا دھوننا قائم مقام  
ننانے کے فرمادیا کہ اللہ عزوجل جل کی سنت کرم ہے

و ثالث انقره رعنده العرفاء افت لا  
حدث صغير ولا كبير الا ما تولد من اكل حتى  
القهقهة في الصلاة فان تلك الغفلة المشددة  
في عين الحضرة لا تكون إلا من شبع اي شبع  
اذ الحاجة ربما لا يكتشله سن فضلا عن  
القهقهة خلفة عن كونها في الصلاة ولا  
شك ان نفع الا حمل يعم البدن وكذا نفع  
الخاسرج والراحة المعاصلة به قد خول الاطعام  
يولد الغفلة وخروج المؤذن يتحققها وبالغفلة  
موت القلب والقلب سُرُّيس فانه المضيعة اذا  
صلحت صلح الجسد كلہ واذا افسدت فسد  
الجسد كلہ والماء ينشع ويدhib الغفلة  
كما هو مشاهد في المغني علىه۔  
ہو جائے اور پانی تازگی لاتا اور غفلت دو کرتا ہے جیسا کہ غشی والے کے نہر پر چھوڑنے میں مشاہدہ ہے۔

قللت فکمان سبب الموت عدم البدن  
كان ينبغي انت يعمد اليه مناسب الحياة وبه  
اق الشبع في الحديث لا الكبير لكن الاصغر  
يتكرر كثيراً فلو اموالا كلها احدثوا ان يغسلوا  
لوقا في الحرج والحرج مدفوع فاقامت الشريعة  
السمحة السهلة مقام الغسل عن الا طلاق  
اذ من سنة كرمه تعالى ان اذا صلحت الاول و  
الآخر تجاوزت الوسط وجعله معينا

کر جب اول و آخر تھیک ہوتے ہیں تو یہ میں جو نصیح  
ہو اس سے درگزر فرماتا ہے اب اطراف بدن میں  
سر بھی تھا اور اُسے ہر روز زچنہ بارہ ہونا بھی یا کر دیتا  
مشقت میں ڈالتا تھا اس کو دھونے کے عوض مسح  
مقرر فرمادیا، جوت اس کی جو فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے  
سامنے آسانی چاہتا ہے اور دشواری نہیں چاہتا۔  
(اس تمام گفتگو کا ما تصل یہ ہے کہ حدث خواہ اصغر ہی ہو تکام بدن میں حلول کرتا ہے۔ ت)

میں کہتا ہوں اس سے یہ بھی معلوم ہو اگر ہمارے  
مشایخ کا یہ فرمانا کہ اُن اعضا کو دھونا بھی کو حدث  
نہیں پہنچا ہے مغض امر تعبدی ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ  
میں ہے اور ہم نے کافی سے بھی نقل کیا ہے، اور اسی طرح  
وضریب ہمارا راقصار ہے کہ ہدایہ اور حملہ وغیرہ میں ہے  
اور یہی امام اخیرین کا قول ہے اور امام عزیز الدین بن  
عبدالسلام نے اس کو اختیار کیا ہے یہ دونوں شافعی  
علماء ہیں کیونکہ یہ تمام حقائق کے معقول احکام ہیں و اللہ تعالیٰ  
اعلم، یہ اُن سوالوں کی تقریر ہے جو مجھے منکشت ہوئے،  
میں نے ان پر اس لیے گفتگو کی ہے کہ کہیں مجھے جیسے  
قاض کو یہ درپیش نہ آ جائیں اور وہ مشکل میں مستدل  
نہ ہو جائے (ت)

اب میں پکٹے کے جواب میں کہتا ہوں کہ اس سے  
مراد گناہوں کی نجاست ہے کیونکہ اگر حدث کی نجاست کا  
ارادہ کیا جائے تو یہ لازم آئے کہ کو جو اسم اللہ نہ کرے اُس  
کی طہارت مکمل نہ ہوگی، اور یہ ظاہری کا مذہب ہے،  
اور امام احمد کی ایک روایت ہے اور ہمارے علماء  
میں سے کسی کا قول نہیں، اور اعضاء طہارت کے علاوہ

فیہما ثم کان من الاطراف الراس و غسله كل  
یوم صرادا ايضا كان يورث البوس والباس  
فابدل فيه الغسل بالمسح رحمة من الذى  
يقول عن من قاتل يريد الله بكل اليسر ولا  
يريد بكل العسر فقضية هذا ان الحدث ولو  
اصغر محل البدن كله.

**اقول** و به تبیین ان ما صریح به غير  
واحد من مشائخنا وغيرهم ان غسل غير  
المصاب في الحدث امر تعبدی كما في  
الهدایۃ وغيرها وقد مناہ عن التکافف و  
و كذلك الاقصرار على الامر بعتة في الوضوء كما  
فيها وفي الحلية وغيرهما و به قال الامام  
الحرمین واختاره الامام عن الدین بن  
عبد السلام كلامهما من الشافعیة قال كل ذلك  
في علم الحقائق احكام معقولۃ المعنى والله  
تعالی اعلم هذی التقریر استلة ظهرت لی و اتیت  
بها کیلا تعنی لغاصر مثلی ولا يتفرغ للتدبر  
فيحتاج لکشفها.

**اقول** في الجواب عن الاول المسراط  
نجاسة الاشخاص اذ لا يرد نجاسة الحدث  
لزム اس من لم يسم لغير تم ظهرت وهو مذهب  
الظاهريۃ ورواية عن الامام احمد رضي الله  
تعالی عنه ولم يقل به احد من علمائنا  
بقاء نجاسة الاشخاص فيما بعد اعضا الطهربل

باقی اعضاء میں گناہوں کی نجاست کا باقی رہتا، بلکہ اعضا طہارت میں بھی جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا صحت طہارت کے منافی ہے اور نہ ادا یا گل نماز کے، اور اسی سے ظاہر ہو گیا جواب اس استدلال سے جو ابو الفزن نے حدیث سے کیا ہے۔

اور دوسرے کا جواب یہ ہے کہ حدیث کا منع کرنا دوسرے معنی کے اعتبار سے ہو بغیر متجوزی ہے ا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے "اس کو پاک وگ ہی چھوٹیں" اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "قرآن کو پاک ہی چھوٹے" اور محدث اس وقت تک پاک نہ ہو گا جب تک ایک "لمع" بھی باقی رہے خواہ کتنا ہی خفینت کیوں نہ ہو، تو چھوٹنے کی مانعت کا مطلب یہ ہے کہ مکلف نجاست حکیم کے ساتھ ملٹ ہے یہ نہیں کہ اس کا کوئی خاص عضو اس میں ملٹ ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کو محض دھڑکنے کے ہوتے ہا تھے سے چھوٹنا جائز نہیں تا و قیکر و ضو مکمل نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ فتحانے اس بات سے قرآن چھوٹنے کو منع کیا ہے جو کپڑے میں پہاڑ ہوا ہو خواہ اس پر زخمی نجاست ہو اور نہ حکیم، مانعت اس لیے ہے کہ وہ محدث کی ذات کے تابع ہے تو نفس بدن سے چھوٹنے کی مانعت بد رجڑ اولی ہوگی، خراہ اس میں حدث نے حلول نہ کیا ہو، یہ اصل کے مطابق ہے اور جو حضرات منع معنی اول میں قرار دیتے ہیں، یعنی مسوس بہ کے ساتھ نجاست حکیم کا فائم ہونا، تو مسک اصلاً منوع ہے، بلکہ اس کے من کے جواز کے قابل میں

و فیها ایضاً کما قد منا لا ینا ف صحیۃ الطہارۃ و  
الصلة و به ظهر الجواب عن استدلال اب  
الفرج بالحدیث و عن الشافی ان المنع للحدیث  
بالمعنى الثاني الغیر المتجزی لقوله تعالى  
لا یسمی الا المظہرون و قوله صلی اللہ علیہ  
علیہ وسلم لا یمس القرآن الا طاہر و هو  
لا یکون ظاہر اما بقیت المعاذه و ان خفت  
فمن المس انسا یقتضی تلبیس المکلف بنجاست  
الحکمیۃ لا تلبیس خصوص العضو الممسوس  
بداء تری انه لا یجوز مسہ بید قد غسلها  
مالو یستکمل الوضوء تری انهم منع المس  
بما یعليه من الشیاب و لانجاست فیها حقيقة  
والحكمة انسا المنع لانها تمبلین شخص مخرب  
فلات یتم بنفس بدنه ادفی و ان كان بدنا المس  
یحلل الحدیث هذَا علی الاصح اما علی قول من  
یقول ان المنع للمعنى الاول ای اقام النجاست  
الحکمیۃ بالمسوس به فالمسئلة مسنودة من  
رأیها بل هو قال بجواز مسہ بعد اعضاء  
الطہارۃ كما مر عن الہندیۃ و ان منع المس شایب  
فبشبوب تابع لما فیہ الحدیث کا لكم لید لتفسل  
لامطلقاً كما لا یخفی و عن الثالث فعم ذلك  
تخفیف من ربکو و سرحمة لکن دی یتحمل جہیں  
الا اول ای یعتبر الشیع حلول الحدیث بحکم  
البدن ثم یجعل تطهیر الاعضاء الاربعہ تطهیرها  
نکل والثانی ان الشافی لمساً ای فیہ الحرج

بلا اعضاً طهارت کے، جیسا کہ ہندیہ سے گزرا، اور الگ پکروں کے ساتھ چھوٹا جائز نہیں تو اس کپڑے کے ساتھ جو تابع ہو کیونکہ اس میں حدث ہے، جیسے آستین ہاتھ کے لیے جو دھلانہ ہو، نہ مطلقاً کمالانکنی۔

اوہ تبریز کا جواب یہ ہے، ہاں یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف ہے اور رجت ہے میکن اس میں دو وجہیں ہیں پہلی تو یہ کہ شرعاً عام بدن میں حدث کے حلول کا اعتبار کرتی ہے اور پھر پار اعضاً کی تظیر کے بعد کل بدن کی طهارت کا حکم کرتی ہے اور دوسرے یہ کہ شارع نے جب اس میں حرج دیکھا تو اس کے اعتبار کو ساقط کر دیا صرف اعضاً اربد میں رہنے دیا، اور ان میں سے ہر ایک کی نظر شرعاً میں موجود ہے، پہلے کی تظیر تیم ہے اس میں دو عضاء کے منح کرنے کو چاروں اعضا کی پاکی قرار دیا ہے، اور دوسرے کی نظر آنکھ ہے کہ اس کے دھوتے میں حرج تھا، تو شریعت نے اس میں حدث کا حلول نہیں مانا، یہ نہیں کہ حدث حلول کر گیا ہو اور پھر حرج کی وجہ سے دھوتا ساقط کر دیا گیا ہو، اب اگر کسی نے اپنی دونوں آنکھیں دھوتیں پانی بالاتفاق مستعمل نہ ہو گا، اور جب احتمال پیدا ہو جائے تو استدلال ختم ہو جاتا ہے، بلکہ میں کہتا ہوں اگر آپ تأمل کریں تو دوسرے کو ترجیح ہے کیونکہ اعتبار نہ کرنا اعتبار کرنا سے اولیٰ ہے کہ پہلے اعتبار کیا جائے پھر اس کو باطل کیا جائے، اور آنکھ پر قیاس کرنا حرج کی علت سے

اسقط اعتبار <sup>۱</sup> الاق الا عضاء الام بعة و بكل منها نظير في الشريع فنتظير الاول التيم جعل فيه مسح عضويت مظہر للامر بمع بالاتفاق و تظير الثاني العين كان في غسلها حرج فلم يجعلها الشريع محل حلول حدث اصلاً <sup>۲</sup> لانه حل و سقط الغسل للرج فلو غسل عينيه لا يصير الماء مستعملاً بالوفاق و عند الاحتمال ينقطع الاستدلال بد <sup>۳</sup> قول لو تأملت لرجت الثاني اذا عدم الاعتبار او في من الاعتبار ثم الاهداوس والقياس على العين بجماع المحرج واضح صحيح بخلاف التيم فان اصل الواجب ثق الوضوء والتيم خلت ولو زعم ههنا احدهان اصل الواجب بكل حدث هو الغسل والوضوء خلت بل لم يقل احد ان الغسل عن يقنة والوضوء خصبة وهو لا دسادانا العرقاء الكرام اعاد الله تعالى علينا بر كلامهم في الدارسين من أين لهم يأخذون الفهم في كل نقيرو قطمير بالغرائب ولا يرضون لهم التنزل الى الشخص ثم لم ينفل عن احد منهم انه لزم نفسه الغسل عند كل حدث مكان الوضوء ولو اذمه الان احد لكتاب متعمقاً مشدداً متنطعاً فظاهر انه من الباب الثاني دون الاول على ان ذلك طود اخر وراء الطور الذي نتكلم فيه والا حكم لا تخلو عن الحكم لكن لا تستدرا عليهما الاتری ان من

واضح اور صحیح ہے بخلاف فتنم کے کوئی نکدہ ہاں اصالہ تجویز  
واجب ہے وہ وضو ہے اور تم خلیفہ ہے، اور یہاں  
کسی نے مگان نہیں کیا کہ ہر حدث میں اصالہ واجب غسل  
ہے اور وضو خلیفہ ہے بلکہ کسی نے یہ بھی زکماں غسل  
عویزت ہے اور وضو رخصت ہے، حالانکہ ہمارے یہ  
بزرگ، اللہ ان کی بکتریں ہم پر نازل کرے، پاریکے بڑی تر  
چیز کا اعتبار کرتے ہیں اور کسی قسم کی رخصت پر تیار نہیں  
ہوتے، پھر ان میں سے کسی سے منقول نہیں کہ کجا ہے  
وضو کے غسل کرتا ہے اور اگر اب کوئی ایسا کرے

اشتعل فی لہو و لعب و مزاح و قهقهہ خارج  
الصلوٰۃ فلا شک انه غافل فی تلك الساعات عن  
سر به عن وجل لا سیما الذی قهقهہ فی صلاة  
المجازرة مع ان فی ذکری الموت شغلًا شاغلًا مِنْ  
یجعل الشیع شیئاً من ذلك حدثاً کذا الحدث  
یجعل الالکل و هو الاصل ولا النوم المذکور  
هو اخ الموت صالحین خروج شئی بات لم  
یکن متنکرا فعلينا اتباع ما سُبْحَنَ و صَلَّى  
کمالاً فتونا فی حیاتهم و اللہ تعالیٰ اعلم بالحکامہ.

قوہ انسا درجہ کا متشدد ہو گا تو معلوم ہو اکہ وہ دوسرے باب سے ہے نہ کہ پہلے باب سے۔

علاوه ازیں یہ ہماری گفتگو کا ایک نیا انداز ہے، اور احکام حکومت سے غالی نہیں ہوتے، میکن  
اُن پر ارمادار نہیں ہوتا، مثلاً کوئی شخص لہو و لعب، مزاح اور قہقہوں میں بڑی نماز مصروف ہے تو بلاشبہ ان  
محات میں وہ اپنے رب سے غافل ہے، خاص طور پر قہقہہ لٹکانے والا نماز پہنچاہے میں، حالانکہ موت انہیں  
ہر چیز سے موڑ کر اللہ کی طرف متوجہ کر دیتی ہے، مگر ثرع نے ان اشیائیں سے کسی چیز کو بھی حدث قرار نہیں  
دیا ہے، اور اس طرح کھانے کو، جو اصل ہے، اور نیند کو جو موت کی نظر ہے تا وقته کہ اس شخص کو یہ ظن نہ ہو جائے  
کہ کوئی چیز خارج ہوئی ہے، مثلاً یہ کہ جم کرنے میں بیٹھا یا لیٹا چکا، تو ہم پر لازم ہے کہ جس چیز کو فہمائے راجح قرار  
دیا اور صحیح قرار دیا ہے ہم اس کی باسلک اسی طرح پریوی کریں جیسے اگر وہ حضرات اپنی زندگی میں ہمیں فتویٰ دیتے تھے۔

تبیینیہ یہ امر معلوم ہے کہ قرآن کی اوسیکی،  
رفیع حدث، استاد فرض، نجاست عکیہ کا ازالہ وغیرہ،  
جو تعبیر بھی آپ کریں یہ مفروض مسح کو مطلقاً شمل ہے  
اوہ سنون کو بشرط نہیت، لہذا لازم ہے کہ تری سرے،  
موڑ سے، پٹی سے یا کان سے جھا ہوتے ہی مسئلہ  
ہو جائے، اور اسی لیے ہم نے اس پر اعتماد کیا، اور  
مسح کے عالم ہونے کی تصریح کی، یعنی امام فضیلۃ النفس  
نے خانیز میں فرمایا اگر بے وضو نہ اپنا سر مسح کے لیے

تبیینیہ معلوم ان اقاعدہ قربۃ اور فرع  
حدث او اسقاط فرض او اثر اللہ تعالیٰ سلطنت حکمیۃ  
با یہا عبرت کل ذلك یشتمل المسح المفرض  
مطلقًا والمسنون بثبوت النیۃ فیجب اثبات  
قصیر البلاۃ مستعملة اذا انفصلت من ماؤس  
او خفت او جبیرة او اذن مثلاً ولذا عولنا علیہ  
وصرحتنا بعموم مسح لکن قال الاصمام  
فقیہ النفس فی الخانیة لو ادخل المحدث

برتن میں ڈبڑیا تو ابو یوسف کے قول کے مطابق پانی  
مستعمل نہ ہوگا، کیونکہ وہ فرمانے میں پانی اس چیز سے نجس  
ہو گا جو دھونی جاتی ہے، اور جو مسروح ہے اُس سے نہیں  
خواہ اُس سے مسح کا رادہ ہی کیا ہو، اور امام محمد نے  
فرمایا کہ اگر کسی کے یا سختوں پر پیش ہوں اور اس نہ ہو  
پانی میں ڈبڑیے یا اپنا سرپانی میں ڈبڑیا تو جائز نہیں  
اور پانی مستعمل ہو گا احمد اور ابو یوسف کے قول کو منقدم  
کیا گیا ہے وہی ظاہر مشہور ہے جیسا کہ اخنوں نے  
اپنے خطبہ میں فرمایا تو وہی قابلِ اعتماد ہو گا، جیسا کہ طَّ  
و "مَّعَ" میں ہے بلکہ فتحہ اس امر کو صحیح قرار دیا ہے  
کہ اس میں امام محمد ابو یوسف کے ساتھیں، تو کوئی  
اختلاف باتی نہ رہا۔ بھر میں فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنا سر  
مرونہ یا پانی یا خوب پورنے کی حالت میں برتن میں ڈبڑی تو  
امام ابو یوسف نے فرمایا مسح ہو جائیگا اور پانی مستعمل نہ ہو گا خواہ  
مسح کی نیت کی ہو یا نہ، امام محمد نے فرمایا اگر نیت نہیں کی تو مسح  
ہو جائیگا اور پانی مستعمل نہ ہو گا، اگر نیت کی قوانین کے قول  
پر اس میں مشایع کا اختلاف ہے، بعضی کہتے ہیں اس  
کو کافی نہ ہو گا اور پانی مستعمل ہو جائے گا، اور صحیح  
یہ ہے کہ جائز ہے اور پانی مستعمل نہ ہو گا کذبی ابتدائی  
تو اس سے معلوم ہوا کہ جمع میں جو اختلاف ہے۔ (ت)

(میں کہتا ہوں خانہ اور فتح وغیرہ میں بھی)  
جو اختلاف بیان کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں، صحیح یہ ہے

رسأة فـ الـانـاء يـرـيد بـهـ المـسـح لـاـيـصـيرـالـماـء  
مـسـتـعـلـاـ فـ قـوـلـ اـبـيـ يـوـسـفـ مـرـحـمـهـ اللـهـ تـعـالـىـ  
قـالـ اـنـاـ يـدـنـجـسـ الـمـاءـ فـ كـلـ شـئـ يـغـسلـ اـمـامـاـ  
يـمـسـحـ فـلـاـيـصـيرـالـماـءـ مـسـتـعـلـاـ وـاـنـ اـرـادـ بـهـ  
الـمـسـحـ وـقـالـ مـحـمـدـ رـحـمـهـ اللـهـ تـعـالـىـ اـذـ كـانـ عـلـىـ  
ذـرـاعـيـهـ جـاـرـقـعـمـسـهـ فـ الـمـاءـ اوـغـسـسـ رسـأـةـ فـ  
الـانـاءـ كـاـ يـجـوزـ وـيـصـيرـالـماـءـ مـسـتـعـلـاـ اـهـ وـقـدـ قـدـمـ  
قوـلـ اـبـيـ يـوـسـفـ مـرـحـمـهـ اللـهـ تـعـالـىـ فـكـانـ هـوـ الـاظـهـرـ  
الـاـشـهـرـ كـمـاـ اـفـادـ فـ خـطـبـتـ فـكـانـ هـوـ الـمـعـتـدـ كـمـاـ  
فـ طـوـشـ بـلـ صـحـحـوـاـنـ مـحـمـدـ اـفـيـهـ مـعـاـبـ  
يـوـسـفـ مـرـحـمـهـمـاـ اللـهـ تـعـالـىـ فـلـاـ خـلـاتـ قـالـ فـ الـبـرـ  
وـاـدـ خـلـلـ سـأـسـهـ الـانـاءـ اوـخـفـهـ اوـجـبـرـتـهـ وـهـوـ  
مـحـدـثـ قـالـ اـبـيـ يـوـسـفـ مـرـحـمـهـ اللـهـ تـعـالـىـ يـحـزـنـهـ  
الـمـسـحـ وـلـاـيـصـيرـالـماـءـ مـسـتـعـلـاـ سـوـاـنـوـىـ  
اوـلـمـرـيـتـوـ وـقـالـ مـحـمـدـ رـحـمـهـ اللـهـ تـعـالـىـ اـنـ لـمـ  
يـنـوـيـحـزـنـهـ وـلـاـيـصـيرـمـسـتـعـلـاـ وـاـنـ فـوـىـ الـمـسـحـ  
اـخـلـفـ الـمـاشـيـخـ عـلـىـ قـوـلـهـ قـالـ بـعـضـهـمـ لـاـيـحـزـنـهـ  
وـلـيـصـيرـالـماـءـ مـسـتـعـلـاـ وـالـصـحـحـ اـنـهـ يـجـرـشـ  
وـلـاـيـصـيرـالـماـءـ مـسـتـعـلـاـ كـذـافـ الـبـدـ الـعـفـلـ  
بـهـذـاـنـ مـاـقـ الـجـمـعـ۔

(قلت ای والخانیۃ والفتح وغیرها)

من الغلاف في هذه المسألة على غير الصريح

کہ اختلاف نہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سر موزے اور پٹی میں کوئی اختلاف نہیں جیسا کہ ابن المک نے ذکر کیا اسی کو دوسریں مختصر کیا، فرمایا پانی مستعمل نہ ہوگا خواہ نیت کی ہو، یہ متنقی علیرہ ہے صبح قول پر احادیث اقلیٰ یہ چیز کوئی قابل تجھب نہیں، اس کا یعنی

نہیں کہ صبح سے استعمال نہیں ہوتا، حالانکہ تمام فہرست کلام اس اباب استعمال کے سلسلہ میں عام ہے اسیں غسل اور صبح دونوں شامل ہیں، اور پھر کا بر علاوه نے مسئلہ کی صراحت بھی کی ہے، مثلًا فِيَرَ النَّفَرِ فَمَا تَهِيَّ کسی شخص نے وضو کیا پھر ما تمد و ہونے کے بعد جو تری باقی رہ گئی تھی اس سے ہونے پر صبح کر لیا تو جائز ہے اور اگر سر پر صبح کیا اور صبح کے بعد ہاتھ پر جو تری رہ گئی تھی اس سے ہر سوچ کیا تو جائز نہیں کیونکہ اس نے مستعمل تری سے ہر زے پر صبح کیا ہے بخلاف اول کے احتجاج و خانہ میں اسی کو برقرار رکھا، پھر استیعاب صبح میں سنت ہے، اور استیعاب کا طریقہ ہے کہ اپنی انگلیاں مائچ پر رکھے اور سہیلیاں کنٹیوں پر اور گدی کی طرف کھینچ کر لے جائے تو جائز ہے، اور بعض دوسرے فہماء نے اور طریقہ بتایا کہ مستعمل پانی کے استعمال سے بچا جاسکے، مگر اس میں بہت تناقض اور مشقت ہے، تو پہلی صورت جائز ہے اور پانی مستعمل نہ ہو کا کہ سنت ادا ہو کے احتجاج جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ پانی جب تک عضو پر باقی

بل الصحيح ان الاختلاف وعلم ايضا انه لا فرق بين الرأس والخف والجبرة خلاف الماذكرة ابن الملك اه و اختصره في الدر فقال لم يصير الماء مستعملا وان نوىاتفاقا على الصحيح اه اقول ولا يهونك هذا فليس معناه

ان المسح لا يفيد الاستعمال كيف ولامه طلاق اسبابه مطلق يعم الفصل والمسح ثم المسألة عينها منصوصة على لسان الكبار منهم فقيه النفس اذ يقول تو ضائع مسح الخف بليلة بقيت على كفه بعد الغسل جاز ولو مسح برأسه ثم مسح الخف بليلة بقيت على الكف بعد المسح لا يجوز لأنك مسح الخف بليلة مستعملة بخلاف الاول اه اقول في الفتح وغيره وفي الخاتمة إلينا الاستيعاب في مسح الرأس سنة وصورة ذلك ان يضم اصحاب يديه على مقدم راسه وكفيه على قوديه ويمد هما الى قفا فيكونا شناس بضمهم الى طريق اخر احترازا عن استعمال الماء المستعمل الا ان ذلك لا يمكن الا بتكلفة ومشقة فيغير الاول ولا يصير الماء مستعملا ضرورة اقامته السنة اه اى لامالات الماء مادام على العضو فلا يصير مستعملا وفي الفتح من مسح الرأس لومسح باصبع واحدة مدها قادر الفرض

لہ بحر الرائق کتاب الطهارت

۲۳/۱ تہ الدار المتر ارکان الوضوء

۲۵/۱ تہ خانہ علی المذکورة فصل صفة الوضوء

سید مکتبی کراچی ۱/۱۵

۲۳/۱ تہ خانہ علی المذکورة

۲۵/۱ تہ خانہ پشاور

ہرستے ہے مستعمل نہیں ہوتا ہے۔ اور فتح میں ہے جس نے سرکاری کیا یا اپنے انگلی سے مسح کیا کہ اس کو بعد فرض کیجیا، تو فر کے نزدیک جائز ہے اور ہمارے نزدیک جائز نہیں اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ تری مستعمل ہو گئی، مگر اس پر اعتراض یہ ہے کہ پانی عضو سے چُدا ہوئے بغیر مستعمل نہیں ہوتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ اصل تو یہی ہے کہ پانی عضو سے لگتے ہی مستعمل ہو جائے مگر اعضا مفسود میں اس کو حرج کی وجہ سے مستبر نہیں مانا گیا ہے ورنہ تو عضو کے ایک حصہ کا پانی دھر حصہ کو تاپاک کر دیتا اور مسح میں یہ صورت حال نہیں ہے کیونکہ اس میں بہانا نہیں ہے محض لگانا ہے تو اس میں پانی پر اعتبار کریں گے۔ اس اعتراض کے جواب میں کہا گیا ہے اصل پر اعتبار کریں گے۔ کرامام ابویوسف نے سرکو برتن میں داخل کرنے کی بات جو ارشاد فرمایا ہے یہ قول اس کے برخلاف ہے کیونکہ پانی ان کے نزدیک پاک کرنے والا ہے، وہ فرماتے ہیں پانی لگانے سے مسح تو ہو گیا اور پھر نکل پانی عضو سے جدا ہونے کے بعد مستعمل ہوتا ہے اور مسح میں جدا نہیں ہوتا اس سے مستعمل بھی نہ ہو گا حتیٰ کہ بعض متاخرین نے بجائے اس دلیل کے یہ دلیل اختیار کی ہے کہ انگلی کی تری اس طرح جو ہوتی کہ اس کو کھینچا گیا تو اب یہ پانی مستعمل ہو جائے گا اخلاق صدیقہ کہ اس باب میں نقول بہت موجود ہیں جو مشورہ کتب میں پانی جاتی ہیں اور

جاتی عند شفر و عند نالا بخوز و علودہ بان البلا  
صادرت مستعملہ وهو مشکل باں الماء لا يصیر  
مستعملًا قبل الانقضاض وما قبل الاصل ثبوت  
الاستعمال بنفس العلاقة لكنه سقط في المفسول  
للحرج اللازم بالزمام اصابة كل جزء باسالة غير  
الصال على الجزء الآخر ولا حرج في المسح  
لانه يحصل بمجرد الاصابة فبقى فيه على الاصل  
دفع بأنه مناقض لمعامله به لا في يوسف رحمه  
الله تعالى في مسألة ادخال الرأس الاناء فات  
الماء طهور عنده فقا لو المسح حصل بالاصابة  
والماء اما يأخذ حكم الاستعمال بعد الانقضاض  
والصاص به لمزيد العضويت عدل بعض  
الستار خير الى التعليل بذلك ان الفصال ملة  
الاصبع بواسطة المد فيصيير مستعملان ذلك  
 وبالجملة فالنقل في الباب كثيرة بشارة وفي  
الكتب شهيرة وان كان للعبد في مسألة  
الاصبع اجماع عزيرية فليس وجده مسألة الاناء  
ما يتوهمن ما نقلنا و إنما عن الفتح وقد ذكره  
في موضع آخر يقوله ان الماء لا يعطى له حكم  
الاستعمال الا بعد الانقضاض والذى لا فرق بين  
من اجزائه لصدق به فظاهره ومخيرة له يلاقه  
فلم يستعمل أهـ فمعنى قوله فيما لا يصیر الماء

تا پیر انگلی کے مسئلہ پر بڑی گھری ابجات رکھتا ہے، برتن کے مسئلہ کی وجہ وہ نہیں جو بعض حضرات کے درمیں آتی ہے بلکہ وہ ہے جو ہم نے ابھی فتح سے نقل کی ہے اور اسی کو انھوں نے دوسرے مزماں پر اس طرح بیان کیا ہے کہ پانی کو مستعمل ہونے کا ذمی وقت ملے گا جب

وہ عضو سے جدا ہو اور پانی کے جواہر اُس سر سے متصل ہوئے وہ اسی میں چپک جاتے ہیں اور اس کو پاک کر دیتے ہیں اور سر کے علاوہ کسی اور حصے پر نہیں لگتے ہیں تو مستعمل نہ ہوا اس تو فھرائے جو فرمایا ہے کہ پانی مستعمل نہ ہو گا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک برتن میں رہے، اور فائزہ نے امام ابو یوسف سے جو نقل کیا ہے کہ پانی اُن اعضا میں مستعمل ہوتا ہے جو دھوئے جاتے ہیں تاکہ ان میں جو مسح کیے جاتے ہیں، تو اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ برتن کا پانی اُن اعضا کے داخل کرنے کی وجہ سے مستعمل ہو گا جو مقصود ہیں تاکہ مسحہ تو وہم رفع ہو اور یہی مقصود تھا۔ (ت)

**اقول وَإِن كَانَ فِي قَصْرِهِمُ الْقَاءُ عَلَى مَا مِنْ كَثَابَهُو فَعَمَّا نَلَمْنَهُ كُوچِ سَارِكَ سَارِخَنْصَ**  
کو دیا ہے اس میں بظاہر تراکیل ہے، اور غالباً محقق کی مراد یہی ہے کہ بُنک انھوں نے اس کے ذکر کے بعد فرمایا، و  
**فِيهِ لَهُرَ-** (ت) [www.alahazratnetwork.org](http://www.alahazratnetwork.org)

میں کہتا ہو اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ کا حل ملنے والی شے اور جس سے ملی ہے اس میں اختلاف پر بنی ہے، اور اس کی تصحیح بلکہ اس میںاتفاق کی تصحیح سے عدم فرق کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، یا ان اگر خشل اور مسح میں ہی فرق کر لیا جائے تو بات اور ہے، تو اس سے تمام پانی حکماً مستعمل نہ ہو گا بالاتفاق بخلاف عدل کے، اور یہ دلیل کا محتاج ہے فیلتہ بِرَبِّ الْأَنْعَامِ عَلَمَ

**تَنبِيَهُ انْجَلِي كَاسَلَدْ جُوْزْرَا اسْ كُوْمَعْنَ**  
فَفَتْحَ مِنْ وَاضْعَفْ نَمِيْسَ كِيْ تِيْنَ تَعْلِيْلَاتَ بِيَانِ كِيْنَ  
اوْ تِيْنِيْوُنَ كُوْرَدْ كُوْرِيَا، پَهْلَ تَعْلِيْلَاتَ وَرَدْ الْجَمِيْعَ فَالْأَوْلَ  
بَهْ اور اس کا رَوْمَ مَعْلُومَ كَرْبَلَهْ ہو، اور اس کی

مستعملانِی مَابِقَ فِي الْأَنَاءِ وَهُوَ الْمَرَادِ بِقَوْلِ  
الْخَانِيَةِ عَنِ الْأَمَامِ أَبِي يُوسُفَ إِنَّمَا يَتَجَسِّدُ الْمَاءُ  
فِيَنْغَسِلُ لِأَهْمَاءِ يَسْحَاجِيَ مَاءُ الْأَنَاءِ بِاَدْخَالِ  
مَا وَقَيَّفَهُ الْغَسْلُ دُونَ الْمَسْحِ فَزَالَ الْوَهْمُ وَ  
فِيهِ الْمَدْعَى -

لصق بالرأسم تأمل ظاهر و كان هذ اهور مراء  
الحقائق اذا قال بعد ذكره وفيه نظر اهـ

**اَقُولُ وَيَظْهَرُ لِي ان سَبِيلَ الْمَسْأَلَةِ**  
سبیل الخلف فی الملتقی والسلامة و تصحیم هذه  
بل تصحیح الواقع فیها ربما یعطی توجیح  
عدم الفرق الا ان یفرق بین الغسل والمسح فلاینیز  
کل الماء مستعمل حکما بالاتفاق بخلاف  
الغسل ویحتاج لوجد فلیست بد بروالله تعالیٰ  
اعلم -

**تَنْبِيَهُ اَعْلَمُ اَن مَسْأَلَةَ الاصْبَعِ**  
الماءة ترکها الحقائق فالفتح غير مبينة  
ذکر له ثلث تعليلات ورد الجميع فالاول  
التعليق بالاستعمال وقد علمت سادة ما  
لَه فَتْحُ الْعَدِيرِ كَتَبَ الْطَّهَارَةَ ۱۴/۱

اصلاح میں بعض متاخرین نے جو فرمایا ہے اس کو اور پہلے کو ساتھی انہوں نے روکیا ہے، اور فرمایا ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ دو انگلیوں کا کھینچنا جائز نہ ہو، اور اس کی فہمائی تصریح کی ہے اور پوچھائی کے قول پر یعنی کا کھینچنا بھی جائز نہ ہو، اور یہ ابو حنیفہ اور ابو یوسف کا قول ہے، لیکن یعنی کے کھینچنے میں مجھے جواز ہی طے اہ اور نہ میں اس پر اعتراض کیا اور بدائع کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ اگر تین انگلیاں رکھیں اور ان کو کھینچنے نہیں تو یعنی کی روایت پر جائز ہے ذکر پوچھائی کی روایت پر اگر کھڑی انگلیوں سے مسح کیا، ان کو نہ تو رکھا نہ کھینچنا تو جائز نہیں، اور اگر اتنا کھینچنا کہ فرض مقدار پوری ہو گئی تو ہمارے تینوں علماء کے زدیک جائز نہ ہوگا امام زفر کا اس میں اختلاف ہے اہ انہوں نے فرمایا کہ میں سخنوار پر مطلع ہوا ہوں، یعنی عدم جواز ہمارے تینوں ائمہ کا قول ہے، تم حتم کایا یہ قول کیونکہ درست ہو گا کہ میں نے صرف جواز ہی دیکھا ہے، اور ان چیزیں شخص سے یہ بڑے تعجب کی بات ہے، مجھے اسی پر تبیرہ کی ہے کیونکہ "مدہا" میں ہا کی ضمیر "منصوبۃ"

عدل الیہ بعض المتأخرین لاصلاحہ خردا  
والأول معابان هذا أكله يستلزم انت مد  
اصبعين لا يجوز وقد صرحا به و كذلك الثالث  
على القول بالربع وهو قول أبي حنيفة تزو  
أبي يوسف سرحمهما الله تعالى ولكن لم يرد في  
مد الثلاث إلا الجوازه واعترضه في النهر  
بقول البذا نعم لوضعه ثلاثة اصابع و لم  
يعد لها جائز على روایة الثلاث إلا الرابع و لو  
مسح بها منصوبة غير موضوعة ولا ممدودة  
فلا فلومده حتى بلغ القدر المفترض لم  
يجز عند علمائنا الثلاثة خلافاً لزفر أباً هـ قال  
وقد وقفت على المنقول أى ان عدم الجواز  
قول ائمتنا الثلاثة فنكتبت يقول الحق لزفر  
الاجواز وهو حبيب من مثله كما تبه عليه في  
النسخة فإن الضمير في مددها المنصوبة وكلام  
الفتح في الموضوعة -  
کے لیے ہے اور فتح کا کلام "موضوعة" کے لیے ہے۔ ت

میں کہتا ہوں غاباً نہ رئے و عکا کہ صورتیں چار  
ہیں، تین انگلیاں رکھی ہوئیں یا کھڑی اور سب کھینچنی  
ہوئی یا نہیں، اور یہائع میں پہلے نہ کھینچنے کی دو صورتیں  
ذکر کی ہیں، پھر کہ کہ "فلومدہا" تو اس میں ضمیر  
"ملک اصابع" کی طرف ہوئی چاہیے خواہ وہ رکھی

اقول كان النهر نظر إلى انت اتصور اربع  
ثلاث اصابع موضوعة او منصوبۃ والحد  
ممددۃ اولاً وقد ذكر في البذا نعم  
صورتی عدم المد ثم قال فلومدها فليحسن  
الضمیر الى ثلاث اصابع مطلقة موضوعة  
له فتح العذر کتاب الطهارت فرانی کتب خانہ پشاور ۱۹/۱

ہوں یا کھڑی، تاکہ اُن کا کلام تمام صورتوں کا استیجہ  
کرے، میکن وہ اس امر کے مدینی ہیں کروہ نقل میں  
کرتے میں کامیاب ہوئے ہیں تو ضریر کے منصوبہ کی طرف  
لوٹنے کا احتمال اُن کے لیے مضر ہوگا اور پھر وہ اقرب  
بھی ہے، اور جیلی میں مراد واضح کی ہے فرمایا۔ فرع  
— اگر کسی نے تین کھڑی انگلیوں سے مسح کیا تو جائز نہیں  
اور اگر ان کو اتنا کھینچا کہ فرض مقدار کو پہنچا دیا تو جاہار  
تینوں علامات کے زدیک جائز نہیں اور اگر انگلیوں کو رکھا  
اور نہ کھینچا تو پر تھائی کی روایت پر جائز نہیں، اس کو تھوڑے، میکن اور بدائع میں ذکر کیا ہے احت  
میں کہتا ہوں بعض متأخرین نے جس کی طرف  
عذل کیا ہے میں اس کا کوئی فائدہ نہیں محسوس کرتا  
ہوں کیونکہ اگر ان کی مراد انگلی سے جدا ہونا ہے تو استعمال  
کا خاتمہ ہو گا کیونکہ وہ تو اُن کے لئے اس کو تمہل سے  
 جدا ہونا یا کل سر سے جدا ہونا معیند ہے، تو یہ ظاہراً  
غلط ہے یا اس کی جگہ سے جہاں انگلی لگی ہے یا نہیں،  
تو ہاں، مگر اس سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ یہ نظر ہو گا  
اس پھر کی جس سے عدوں کیا ہے تاکہ استعمال کے  
حصول کا حکم ہو حالانکہ پانی مترد ہے عضو پر اس سے  
 جدا نہیں، اور وہ باطل ہے، پھر خلاصہ وہ جگہیں صراحت  
ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی انگلیوں کے کناروں سے  
مسح کیا اور ان کو کھینچا یہاں تک کہ فرض کے مقام  
کو پہنچا تو یہ جائز ہے خواہ پانی پہنچے یا نہ پہنچے اُن دونوں

او منصوبہ لیست و عب کلامہ الصوص لکن الشان  
انہ مدح ظفر النقل فی ضرورة احتمال العودا لے  
المنصوبہ لاسیما وہی الاقرب و قد کشف المراء  
فی الحلیة حیث قال، فرع، مسح بثلثة  
اصابع منصوبہ لم یجز و لم ڈھا حتی مبلغ  
المفرض لم یجز عند علماً سنا اللشة و لو  
وضعها ولم یهد لم یجز على مردعاًۃ الریع ذکرہ  
فی التحفة والمحیط والبدائل اٹھ  
اور نہ کھینچا تو پر تھائی کی روایت پر جائز نہیں، اس کو تھوڑے، میکن اور بدائع میں ذکر کیا ہے احت  
اقول علی ان ما عدل الیہ بعض

المتأخرین لا یعرف لهم محصلان فان المراد افات  
کان الانقضائی عن الاصبع فلا یغاید الاستعمال  
لأنها ألة و انتابيفيد الانقضائی بحسب المجل  
ادع عن الرأس كله ظاهر الغلط او عن موضع  
الذى اصابته الاصبع او لا فنעם ولو یشت  
غليلاً بل کان نظير الماعدل عنه للحكم بمحصول  
الاستعمال مع کون الماء متعدد بعد على  
نفس العضو غير منفصل عنه وهو باطل لاجرا  
ان نفس في الخلاصة ثم البحري فيما اذا مسح باطراف  
اصابعه ومدها حتی بلغ المفرض انه یجوز  
سوإ کان الماء متقارباً ولا فالا و هو الصحيح  
قال ش قال الشیخ اسْعِدِلْ و نَحْوُهُ فی الواقعات

نے کہا کہ وہی صحیح ہے، سُن نے فرمایا شیخ اسماعیل نے فرمایا نیز واقعات اور فین میں ہے اور یعنی محظکے بر عکس کہ یہ اس وقت جائز ہے جبکہ پانی میک رہا ہو اور دوسرا وہ ہے جو شمس الداہم نے اختیار کیا

والغیر آدای علی خلاف ما ف الحجۃ انہ انسا یجومن اذ اکان متقاطر لان الہاء یغزل من اصحابہ الی اطرافہ هندہ کا خذ جدیدیت کیونکہ پانی اس کی انگلیوں کے کناروں تک پہنچئے رہا تو اس کا لکھنپنا گیانا پانی لینے کے مترادف ہے۔ ت والثانی ما اختار محس الاممہ اف

ہے کہ ایک یا دو انگلیوں کے لکھنپنے کی مانعت تری کے استعمال کی وجہ سے نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اخراں نے دو انگلیوں سے تمہم میں سچ کیا تو یہ جائز نہیں خلا مکہ کوئی چیز ایسی نہیں مجبو مستعمل ہو رخصو صاحب بچکنے پڑھ رہ تھم کیا، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ نہیں ہاتھ سے سچ کا حکم دیا گیا ہے اور دو انگلیوں کی بات نہیں کہا جاتا ہے بلکہ نتیں انگلیوں کے کیونکہ یہ مسک کے اصل ہیں جو اصل ہے اس کا اکثر حصہ ہیں اسے یعنی ہاتھ اور دوہ انگلیاں ہیں اور اسی لیے تین انگلیوں کے کاٹنے پر پورے ہاتھ کی دیت لازم ہوتی ہے اور معمتنے اس کو پسند کرنے کے بعد روکر دیا، کیونکہ اس کا تھانہ ضایر ہے کہ ہاتھ کا لگانا ہی ضروری ہے حالانکہ بارش کے مسئلہ کی وجہ سے ایسا نہیں ہے اسکی ایک برابر اس طرح دیا گیا ہے کہ دراصل مراد ہاتھ کی تعین ہے یا جو اس کے قائم مقام ہو، کوئی بھی آلم ہو، جبکہ اختیاری فعلی سے اسقاط مطلوب ہو، البستیری ضروری ہے کہ جو بھی آلم ہو تین انگلیوں کی مقدار میں ہو میان تک کہ اگر کسی نے ایسی بلکہ بھری جو اس مقدار کی نہ تھی تو جائز نہ ہو گا اور

المنع في مد الاصبع والاثنتين غير معمل باستعمال البلاة بدليل انه لومسح باصبعين في التيمم لا يجوز مع عدم شهادة بصير مستعمل خصوصا اذا يتمم على الحجر الصدبي الوجه انما مordon بالمسح باليد والاصبعان لا تسفي يدا بخلاف الثالث لانها اكثر ما هوا الاصل فيها اهـ اي في اليد وهي الاصابع ولذا يجب بقطعها ارش اليدين كاما لاوس دل المحقق بعد استحسانه بأنه يقتضى تعين الاصابع باليد وهو منتف بمسألة المطر وقد يدفع بان المراد تعينها او ما يقوم مقامها من الالات عند قصد الاستفاظ بالفعل اختيار اغير ان لا تزيد مدة تكون تلك الالهـ قد رثت اصحابه حتى لو كان عودا لا يبلغ ذلك المقدار قدرها بعد عدم جواز مدة

میں کہتا ہوں کہ اس کا حاصل یہ نکلا کر ہاتھہ لازم نہیں یعنی  
جب ہاتھ سے مسح کرنا ہو تو ضروری ہے کہ اتنی مقدار ہو کہ اپنی  
ہاتھ کا اطلاق ہوتا ہو۔ مگر اس پر معتقد طریقتوں سے اعزام  
ہو سکتا ہے، اول بارش کا مسئلہ ہمارے حتیٰ میں مضید  
ہے کیونکہ مقصود شرع یہ ہے کہ ترمی کی ایک معین مقدار  
لگ ک جائے خواہ کسی طرح ہو اس میں مذکورہ لزیر بحث  
ہے اور یہ اختیاری فعل، اور ہمارے مشایع فرمائے ہیں  
کہ فرمان الہی "اور مس کرو تم سروں کا" اس کا معنوم  
یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں کا پس سروں سے "میں مل مقدر  
ہے نہ کہ آں صدر الشریعت، ابن الساعاتی اور خود محقق  
فی قمیں یہی تقریر فرمائی ہے، غور کر۔

دوم فتحواہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر کسی  
نے انگلیوں کے پورے سے مسح کیا اور ان سے پانچ ٹپک  
ریا تھا تو جائز ہے، تو معلم ہوا کہ یہاں آں کی تعین  
اہم نہیں ہے اور اس کو تعمیر پر قیاس کرنا قیاس مس  
الغایق ہے۔

سوم انخوں نے "عدم الجواز بالاصبع" کہ کر  
جو امراض کیا ہے سو وہ اس بتا پر ہے کہ ترمی فرض  
مقدار تک پہنچنے سے قبل ختم ہو جاتی ہے لیکن انگلیوں  
اگر ملی ہوں تو ان میں فرض معتدار تک پانچ پہنچ  
سکتا ہے، اس کا مشابہ ہے یا نظر غالب ہے، تو  
اس پر اعتبار کرتے ہوئے حکم کا لحاظ دینا لازم ہو اور این  
انگلیوں پر اکتفا کرنا دو کے پھر یہی کو جائز قرار دینا ہے کیونکہ ان دو کے  
درمیان اتنا پانی موجود ہوتا ہے جو مزید ایک انگلی کی مقدار  
ما بینہ ما مہا لا یغلب علی الظن ایسا بہ الربيع آہ

اول دحاصلہ ان المید غیر لامزحة  
و لكن اذا وقع به الميجز الابها ينطبق عليه  
اسمهها ولكن نسائل ان يقول او لا مسألة  
المضر تفيدنا ان مقصود الشرع اصابة البلل  
القدر المفروض كييفما كان ولا نظر الـ  
الألة ولا الفعل القصدى اصولا وقد قرر  
ما يختنا ان ذكر الميد المقدمة في قوله تعالى  
و امسحوا برسكما ايديكم برسكما  
لتقدير المحل دون الـ الله كما حققه الاما  
صدر الشرعية و ابن الساعاتي و المحقق  
نفسه في الفتنة فليتأمل و ثانياً اجمعوا ان  
لو مسح باطراط اصابعه والماء متضاطر  
جاز فظهوره ان تعين الـ الألة ملعاً تذهب  
رساوا ان اقياس على التيمم مع الفارق و  
الثالث ما ابدا لا بقوله قد يقال عدم الجواز  
بالاصبع بما على ان البلاستيك و تفرغ  
قبل بلوغ قدر الفرض بخلاف الاصابع  
فإن الماء يتحمل بين اصابعين مضمومتين  
فضل زراعة يتحمل الامتداد الى قدر الفرض  
وهذا مشاهدة او مظنة فوجوب اثبات الحكم  
باعتباره فعل الاكتفاء بثلاث اصابع يوجد  
مد الاصابع لان ما بينهما من الماء يمتد  
قدس اصبع وعلى اعتبار الربيع لا يجوز لان  
ما بينهما مما لا يغلب على الظن ایعا به الربيع آہ

پسیل سکتا ہے اور چوتھائی سر کے اعتبار پڑھا جائز نہیں کیونکہ جو پانی ان کے درمیان ہے ظل غائب نہیں کہ وہ چوتھائی کی مقدار کو پورا ہبھ کے اعداء ت

میں کہتا ہوں کہ ان کے کلام کا آخر اس امر کی  
شہادت دیتا ہے کہ ان کی مراد یحتمل الامتداد  
الى قدر الفرض سے تین انگلیوں کا پچھرا ہے ، تو  
بہتر ہے کہ اسی سے تعبیر کی جائے تاکہ وہم رفع ہو جائے  
پھر مجھنے اس کو یہ کہہ کر دفعہ کیا ہے "مگر اس پر  
یہ اعتراض ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ دو انگلیوں  
سے تیسرا جائز نہ ہو اور ت

میں کہتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ دو ہاتھ  
کوئی پیڑا ایسی نہیں جو فنا ہو جاتی ہو ، کیونکہ ہاتھ پر  
گرد کے لئے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اگر ہو تو یہ  
اضافی افراد سے شرعاً اس کی حاجت نہیں ، تو یہ حکما  
نہ ہوا ، اور اگر غبارہ ہو تو بات زیادہ ظاہر ہو گئی  
کیونکہ درحقیقت اور حکماً دو ذر طرح ہی مددوہ ہے  
او<sup>ا</sup>شمس الامر کے قول "خصوصاً على الحجر  
الصلد" کا یہی مفہوم ہے ، یہ وہ بحث ہے جو مجھنے نے کی ہے اور اس میں کسی قولِ فیصل کو ذکر نہ کیا۔ (ت)

میں کہتا ہوں اور جو انہوں نے فرمایا اس کی  
تردید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ تری کا حکم ہو جانا  
کوئی علمی امر نہیں ، جیسا کہ خلاصہ کی تصحیح میں گزرا  
کرسی انگلیوں کے پروں کے پچھرنے سے بھی ہوئیجا  
خواہ ان سے پانی نہ بہتا ہو ، حالانکہ مسئلہ کا حکم  
مطلق ہے ، میرے لیے ظاہر ہوتا ہے ( و اللہ

اقول اخر کلامہ یشہد ان مرادہ بقوله  
یحتمل الامتداد الى قدر الفرض هو قدره  
على القول باجزاء ثلاث فکان الاولي التعبير  
به دفعاً للوهم ثم ان المحقق سرده بقوله  
الان هذا يعکد عليه عدم جواز التیسم  
باصبعین اہل

اقول ای فلیس شمہ شئ یفرغ و  
یستلاشی اذ لا حاجة الى اثر عبار على السيد فان  
کان ففضل غير ملتفت اليه شرعاً فکانت  
معدو ما حکما و ان لم يكن فاظهر بالعلم حقیقت  
و حکما و هذ اعنة قول شمس الاممۃ خصوصاً  
اذ اتیم على الحجر الصلد فهذا كل ما ادرجه  
المحقق ولم یفصل اهله فیه فصلاً

الصلد" کا یہی مفہوم ہے ، یہ وہ بحث ہے جو مجھنے نے کی ہے اور اس میں کسی قولِ فیصل کو ذکر نہ کیا۔ (ت)

اقول ویرد ایضاً على مالابدا اات فنا  
البلل غير مطرداً ما سمعت تصحیح الملا  
الجراز في مد الاطراف ذات لم يكن الہاء  
متقاطعاً مع حکم المسألة مطلق و یظهر  
و الله تعالى اعلم املاك لامخلص الالات  
یقال ان المراد بعدم الاجزاء ما اذا كانت

ل فتح القدير كتاب الطهارت فوري رضوي سکم ۱/۱۴

لہ غلاصۃ الفتاویٰ الفصل الرابع فی المسح نوکشور لکھنؤ ۱/۲۹

تعالیٰ اعلم، کہ اس اعتراض سے چھپکارے کی ایک ہی شکل ہے کہ اس سے یہ مراد ہی جائے کہ جب تری اتنی محض ہو کہ رکھتے ہی ختم ہو جائے یا مخمور اسا پھر نے پڑھتے ہو جائے اور محض اتنی باقی رہے کہ ہاتھ تر ٹھوس سس ہو اور وہ سر کو ترہ کر سکے اور فال بالا عام طور پر ایسا ہی واقع ہوتا ہے، اور خلاصہ کی تصحیح سے مراد یہ ہو کہ جب تری اتنی زیادہ ہو کہ فرض مقدار تک پہنچنے کے بعد بھی باقی ہے یعنی اس طور پر کہ ہر حکم جدا ہو اور مگ جائے، اور عین طک مراد تھا اس سے یہی ہے اس طرح تمام عبارات میں آفاق ہو جائے گا، اور جو تم علت کو دیکھو گئے تو یقین آجائے گا کیونکہ پہلی صورت میں تری کے پھریزے کے اور کوئی معنی نہیں اور نہ ہی دوسری صورت میں تری کو ضائع کرنے کے، تو اس طرح تطبیق دینی چاہئے وبا اللہ التوفیق۔

رسی حدیث تیم، تو اس میں مختلف کا ارادہ اور اس کا اختیاری فعل ضروری ہے، تب شمس الامر کی تقریر اس میں چل سکے گی، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ اگر کسی نے ایک یادو انجیلوں سے تیم کیا اور ان کو پار بار پھر اتو جائز نہیں جیسا کہ بھر میں سراج سے ایضاً سے منقول ہے، اور اگر ایک اٹگلی سے اپنے سر کام سمجھ کیا اور چار مختلف جگہوں پر اس کا نکار کیا تو اجماعاً صحیح ہے، تو اس کی موافقت تیم کے معاملہ سے نہ کی جائے تاکہ اس سے اعتراض لازم آئے کیونکہ یہاں آلم کا تعین بالکل نہیں

البلة خفیفة تفہی باول وضم او قلیل مددحتی لا تبقى الا ندوة لا منفصل عن اليد فقبل الرأس ولعله هو الاكثر وقعاً وبتصحیح الملاصقة ما اذا كانت كثيرة تبقى الى بلوغ القدر المفترض بحسب تفضل في كل محل وتصیب وهذا اهو مراد المعیط بالتقاطر فتفق الكلمات وانت اذا انظرت الى الوجه اذا عنت بعد التفصیل کیفت ولا معنی لا جزء الندوة في الصورة الاولى ولا الاهدار البلة في الصورة الثانية فليکن التوفیق و بالله التوفیق اما حدیث التیمم قال لابد فيه من قصد المکلف و فعله الاختیاری فيكون لائق بالاماۃ ثم الامۃ فيه مساع الاتری انهم صرحو ان لو تیمم باصبع اداصبیع وکر مراد ا لم يجز كما في البحر عن السراج عن الايضاً ولو مسح اسه باصبع واحدة وکر اربعا في مواضع صبح اجماعاً فلا يطلب موافقة ما هنا لایق التیمم حق يعکر عليه به اذا لاتیمن للالة ههنا اصلاً بخلاف التیمم و ذلك ایضاً في الطريق المعتاد اعنی التیمم باليد والا فقد نص في الحلية ان لو تمك في التراب يجزئه ان اصاب وجہه وذراعیه وكفیه لانه ادق بالمفرد وزیادة الاخذ ادای يجزئه ان نوى كما

لَا يُخْفِي وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمْ -

بخلافاتِ تم کے، اور یہ بھی متناو طریق میں ہے، یعنی باختہ سے تم میں ورنہ حیلہ میں تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص خاک میں لوٹ پڑت ہو گیا اور خاک اس کے چہرے، ہاتھوں اور بانہوں کو لگ گئی تو کافی ہے کیونکہ اس نے صرف فرض ادا کر لیا بلکہ اس سے بھی زیادہ کر دیا، ورنہ میں اس یعنی اگر اس نے نیت کی ہے تو کافی ہو گا، جیسا کہ ظاہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

---